مرتبہ

سیّد نذیر نیازی

ملنے کا پتہ

اُردو بک سٹال بیرون لوہاری دروازہ۔ لاہور

ناشر

کتاب خانہ پنجاب۔ لاہور

طبع دوم ۔ دسمبر ۱۹۴۶ء ۔ قیمت
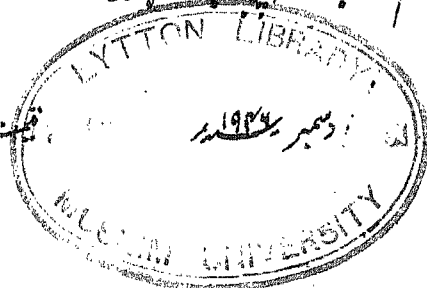
دیانت اور صدق مقالی کا ایک ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ انھوں نے اپنی ذات باعجازِ حقیقت کی تعبیر میں اُردو شاعری کی روشِ عام کے برعکس خود اپنے احوال و کیفیات اور اندرونِ وجود پر نظر ڈالی۔

ان کی عاشقانہ غزل سرائی کا ایک ایک لفظ سچا اور واقعیت پر مبنی ہے اور یہاں پھر ہمیں داغ کی بے ساختگی اور برملا اظہارِ مطلب کی تعریف کرنا پڑے گی۔ ان کے کلام میں ایک قسم کی تازگی اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔ جو نتیجہ ہے ان کی رجائیت، گرمجوشی اور فطری بشاشت کا۔ معلوم ہوتا ہے ان کے لئے زندگی بہار ہی بہار تھی۔ جہاں کانٹوں کا وجود بھی ہے تو محض اس لئے کہ چمن کی رونق بڑھے۔

وہ اپنے وقت کے بہترین استاد تھے۔ اور اس کا اعتراف بجا طور پر فصیح الملک بہادر بلبلِ ہند اور جہان استاد کے خطابات سے کیا گیا۔ پھر زبان تو گویا ان کے گھر کی لونڈی تھی۔ لہٰذا اس ضمن میں داغ کی عظمت اور برتری کا تذکرہ لاحاصل ہے۔ انکی سلاست، روانی اور اعجاز بیان کا ہر شخص نے اقرار کیا ہے۔ ان میں تخئیل یا جیسا کہ محاورۃً عام میں کہا جاتا ہے "مضمون آفرینی" کی بے شک کمی تھی۔ لیکن اس کی تلافی محاکات کی رنگینی اور شوخی نے کر دی۔ علیٰ ہٰذا یہ ان کے کمالِ فن کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ کہ ان کی گفتگو شاعری اور شاعری گفتگو بن جاتی ہے۔ اُردو زبان میں اس قسم کے سہلِ ممتنع کی مثالیں شاید ہی ملیں۔

البتہ اس انتخاب کے متعلق یہ غلط فہمی نہ ہو کہ وہ کسی خاص مذاق کے چند اشعار پر

مشتمل ہے۔ راقم الحروف نے شروع ہی میں عرض کر دیا تھا کہ اس سے مقصود مرزا کے اصلی رنگِ سخن کو نمایاں کرنا ہے۔ لہٰذا اس کی خواہش تھی کہ جہاں تک ہو سکے شاعر کے کلام کا زیادہ سے زیادہ حصّہ قارئین کے سامنے آجائے۔ اور وہ اس کے ہر پہلو سے لطف اندوز ہو سکیں۔ بالفاظِ دیگر یہ کہ ہم نے ان کے دواوین کے صرف وہی اشعار حذف کیے جن کی بنا الفاظ کے الٹ پھیر اور محاورہ بندی پر تھی یا جہاں ان کی شوخی حد سے زیادہ تجاوز کر چکی ہے۔ لیکن بہت ممکن ہے اس احتیاط اور کوشش کے باوجود بعض ایسے اشعار بھی قلمزن ہو گئے ہوں جو داغ کی شاعری کا نہایت اچھا نمونہ تھے اور ان کی جگہ ان اشعار نے لے لی جن کا نظر انداز کر دینا ہی بہتر تھا۔ بہر کیف اگر اس انتخاب کی ترتیبِ ثانی کی نوبت آئی تو مرتب کا پہلا فرض یہ ہوگا کہ حتی المقدور اس نقص کا ازالہ کرے۔ انشاءاللہ۔

۲۵ میکلوڈ روڈ۔ لاہور

نیازی

فہرست

دعا	۱۱
حمد و نعت	۱۲
یا مصطفےٰ	۱۳
انتخاب آفتابِ داغ	۱۵
" مہتابِ داغ	۳۶
" گلزارِ داغ	۹۰
" یادگارِ داغ	۱۵۵
"ضمیمہ یادگارِ داغ	۱۶۸
شہر آشوب	۱۷۵
در تعریف اہلِ دکن	۱۷۹
رباعیات	۱۸۱
قطعہ (تشبیب میں)	۱۸۴
قطعہ بنام احسن	۱۸۸

اب کہاں وہ بانکپن وہ شوخیِ طرزِ بیاں آگ تھی کافورِ پیری میں جوانی کی نہاں

تھی زبانِ داغ پر جو آرزو ہر دل میں ہے لیلیِ معنی وہاں بے پردہ یاں محمل میں ہے

اب صبا سے کون پوچھیگا سکوتِ گل کا راز کون سمجھے گا چمن میں نالۂ بلبل کا راز

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں

آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

اور دکھلائینگے مضموں کی ہمیں باریکیاں اپنے فکرِ نکتہ آرا کی فلک پیمائیاں

تلخیِ دوراں کے نقشے کھینچ کر رلوائینگے یا تخیل کی نئی دنیا ہمیں دکھلائیں گے

اس چمن میں ہونگے پیدا بلبلِ شیراز بھی سینکڑوں ساحر بھی ہونگے صاحبِ اعجاز بھی

اٹھینگے آزر ہزاروں شعر کے بت خانے سے مے پلائینگے نئے ساقی نئے پیمانے سے

لکھی جائینگی کتابِ دل کی تفسیریں بہت ہونگی اے خوابِ جوانی تیری تعبیریں بہت

ہو بہو کھینچے گا لیکن عشق کی تصویر کون

اٹھ گیا ناوک فگن مارےگا دل پر تیر کون

اقبال

دُعا

سلامت منزلِ مقصود تک اللہ پہنچا دے ۔ مجھے آنکھیں دکھاتا ہے ہر اک نقشِ قدم میرا

الٰہی کعبۂ تسلیم میں یوں باریابی ہو ۔ بڑھے لبیک کہہ کر پیشتر سب سے قدم میرا

مجھے آباد کرتا ہے مجھے برباد کرتا ہے ۔ خدایا دین و دنیا میں کرم تیرا ستم میرا

یہ دعوئ شمع دل لیتا ہے راتوں کو تعلی کی ۔ خجل کرتا ہے زلفِ حور کو بھی پیچ و خم میرا

کہیں سودائیانِ عشق کو تفریح ہوتی ہے ۔ بہت چھانا ہوا ہے باغِ فردوسِ ارم میرا

تری بندہ نوازی ہفت کشور بخش دیتی ہے ۔ جو تو میرا جہاں میرا عرب میرا عجم میرا

فنا فی اللہ ہو کر پاؤں عمرِ جاوداں الٰہی ۔ مسیح و خضر کی ہستی سے بڑھ کر ہو عدم میرا

الٰہی نقش ہو کلمہ رسول اللہ کا دل پر ۔ چلے کونین میں نامِ محمد سے درم میرا

برنگِ بوئے گل ہے ہر نفس یادِ الٰہی میں ۔ قیامت تک بھرے گی دم نسیمِ صبحدم میرا

جلوں گا حشر تک اے داغ میں سوزِ محبت سے

نہ مٹے گی ساتھ تا روزِ جزا شمعِ حرم میرا

گلزار

حمد و نعت

یارب ہے بخشش دینا بندے کو کام تیرا — محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا
بے چون و بیچگوں ہے بے شبہ ذات تیری — واحد احد صمد ہے اللہ نام تیرا
یہ داغ بھی نہ ہوگا تیرے سوا کسی کا — کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

ایماں کی کہینگے ایمان ہے ہمارا — احمد رسول تیرا مصحف کلام تیرا
شمس الضحیٰ محمد بدر الدجیٰ محمد — ہے نورِ پاک روشن ہر صبح و شام تیرا

ہیں کلمہ گو ہوں خاص خدا اور رسول کا — آتا ہے بام عرش سے مژدہ قبول کا

دونوں جہاں ہیں بوئے محمدؐ سے عطر بیز
کونین میں ہے رنگ فقط ایک پھول کا

ماہتاب

لیکن ایک بالغ نظر مبصر کو یہ ثابت کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ اور نہیں جہاں تک اخلاق و سیرت کا تعلق

اس وقت کی معاشرت آج کل کی نسبت کہیں زیادہ بہتر اور پاکیزہ تھی۔ پھر داغ کی لغزشیں

بھی ہوں وہ اس دور کی مخصوص تہذیب کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے جس کا زوال و انتشار

روحانی سربلندی اور عفت نفس سے خالی نہ رہا۔ اصل میں داغ کی شاعری کا سب سے

عیب یہ ہے کہ ان کی نگاہیں بیشتر زندگی کے لطیف اور عارضی پہلوؤں سے آگے نہ

بڑھتیں اور وہ اس کی نزاکت اور سنجیدگی کو بہت کم خاطر میں لاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ

کی واردات میں ترفع اور گداز کی جو کیفیت کہیں کہیں پائی جاتی ہے عام نہ ہو سکی لیکن

داغ کی عیش پسندی اور عشرت کوشی کے بار بار مظاہروں سے یہ خیال کرنا بھی ٹھیک

نہ ہوگا کہ وہ اپنی ہستی کے زیادہ گہرے حقائق اور معانی سے غافل تھے۔ اقبال نے

وفات پر جو مرثیہ لکھا ہے اس میں یونہی نہیں کہا

تھی حقیقت سے نہ غفلت فکر کی پرواز میں

آنکھ طائر کی نشیمن پر رہی پرواز میں

یہ حقیقت کا ہر لحظہ احساس اور آوارگی پرواز کے باوجود نشیمن پر نظر رکھنا

صحیح تعریف ہے داغ کی شاعری کی اس سلسلے میں انہوں نے جو کچھ کہا اگرچہ مقدار میں

بہت تھوڑا ہے لیکن جس قدر بھی ہے ان کی روحانی تڑپ اور صفائے باطن کا

معلوم ہوتا ہے وہ عرفان حقیقت پر نہایت گہرا یقین رکھتے تھے۔ اور ان کے

دل کو خوف بے یقینی یا ظن و تشکیک نے کبھی پریشان نہیں کیا بلکہ یہ ان کے

کے نزدیک بہر کیف یہ رائے عصر سے پہنچا اور عجلت اور بے صبری پر مبنی ہے اس

ہیں کوئی شک نہیں کہ داغ کی شوخی اور بے حجابی نے انہیں بعض ایسے مواقع پر بھی خاموش

نہ رکھا جہاں سکوت ہی انسب تھا ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جذبات و احساسات کی یہ رسوائی اخلاقاً

معیوب اور ذوقِ سلیم کے منافی ہے اور ہمیں اس امر کا بھی اقرار ہے کہ ان کے مشاہدات و

تاثرات سے بالاوسط اس رفعت و عظمت کا اظہار نہیں ہوتا جو علوئے تخیل کی پرورش اور پاکیزہ

نگاہی کے لئے ضروری ہے۔ بایں ہمہ نہ داغ کی زندگی مبتذل تھی اور نہ ان کی شاعری کو ابتذال

اور سوقیت سے تعبیر کرنا ممکن ہے۔ یہ اس لئے کہ داغ بھی کچھ تھے، ریاکار نہ تھے۔ وہ ایک

خوش طبع اور خوش باش انسان تھے۔ جن کی واردات میں تکلف یا تصنع کا شائبہ تک نہیں اگر

ان واردات کی عام سطح حسن و جمال کا لطف اٹھاتے وقت گر جاتی ہے تو اس سے یہ کہاں

ثابت ہوتا ہے کہ شاعر کی واردات کی اور کوئی سطح ہی نہیں اور ان کا رخ لازماً پستی کی

جانب ہے؟ ہمیں داغ کی بے راہ روی یا بے اعتدالی کی حمایت مقصود نہیں ہمارا کہنا یہ ہے

کہ اس کبھی کبھی کی بے اعتدالی اور بے راہ روی کی مثالیں کتنی ہیں؟ اردو غزل کی اس

پامال اور سقیم جذبات نگاری کے مقابلے میں نہایت کم جو حسن و جمال سے عاری اور واردات؛

حیات کے صحیح ادراک سے محروم ہے یا جسے حقیقی غور و تفکر سے کوئی بہرہ نہیں ملا۔

اگر محض اس بنا پر داغ کی شاعری کو لفاظی اور قافیہ پیمائی تک ——— کیونکہ اس کا

بہت کافی عنصر یہاں بھی موجود ہے ——— محدود سمجھنا غلطی ہے تو یہ کس طرح جائز

ہے کہ ان کے سارے کلام کو مذموم اور خارج از اخلاق ٹھہرایا جائے؟

تقریب

راقم الحروف کی مدت سے خواہش تھی کہ دہلی مرحوم کے آخری شاعر نواب مرزا خاں داغ کے
رنگِ سخن کو مدِنظر رکھتے ہوئے ان کے دواوینِ غزلیات کا ایک انتخاب شائع کرے محض انتخاب
پر کوئی تنقید ہو نہ تبصرہ لیکن اب جو یہ مجموعہ طباعت کیلئے جا رہا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ رسماً
[illegible] چند ضروری باتیں اس کی ترتیب و تالیف کے متعلق عرض کر دی جائیں۔

داغ کا موضوعِ سخن نہایت سادہ اور سہل ہے یعنی حسن و شباب کے فطری معاملات جن سے
[illegible] لذت گیر ہوتا ہے اور جن کی ترتیب میں اگر ضبط و متانت کے ساتھ ساتھ حیا اور پردہ داری سے
لیا جائے تو جذباتِ انسانی میں معصومیت بھرے پن اور کیف و انبساط کی ایک ایسی لہر دوڑ جاتی
[illegible] کا اثر ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھئے تو مرزا کی شاعری خالصتاً "تغزل" ہے۔ اردو
[illegible] کا عام اور فرسودہ تغزل نہیں بلکہ ایک گستاخ اور بیباک غزل گو کی جو ان کی رندی اور
[illegible] کی غماز ہے۔ اور جیسے بدقسمتی سے ان کے اکثر مقلدین نے عریانی و فحاشی کا مرادف سمجھ
[illegible] چونکہ اس شگفتہ مزاج اور زندہ دل شاعر کا وہی کلام مقبول ہوا جو فی الجملہ پست اور بازاری
تھا اس غلط فہمی کو اور بھی شہرت ہو گئی کہ داغ کا اندازِ سخن مبتذل اور سوقیانہ ہے۔ راقم الحروف

یا مصطفیٰ

کرو غم سے آزاد یا مصطفیٰ　　تمہیں سے ہے فریاد یا مصطفیٰ

نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے　　نہ مٹی ہو برباد یا مصطفیٰ

زباں پر ترا نام جاری رہے　　کرے دل تری یاد یا مصطفیٰ

نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب　　نہ ہو ظلم و بیداد یا مصطفیٰ

عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے　　بجا لاؤں ارشاد یا مصطفیٰ

رہوں حشر میں آپ کی ذات سے　　طلبگارِ امداد یا مصطفیٰ

عنایت کی ہو جائے اس پر نظر

رہے داغؔ دل شاد یا مصطفیٰ

امیر یادگار

کہاں کہاں دلِ مشتاقِ دید نے یہ کہا
وہ چمکی برقِ تجلّی وہ کوہِ طور آیا

آفتاب

[illegible]   [illegible] تجھ کو [illegible] ناز کا

ہے مجھ کو داغِ عشق کا احسان مان لیں   اس دردِ جانفزا و غمِ دل نواز کا

کھا کھا کے رشک تیرے شہیدانِ عشق سے   غم کھا نہ جائے خضر کو عمرِ دراز کا

بیٹھے ہوئے بھی تیغِ حقیقت کے زخم زخم   ہنس ہنس کے منہ چڑھاتے ہیں عشقِ مجاز کا

مہرِ لب ہے حکم ترا اس کا کیا علاج   دل بولتا ہے خود بخود آگاہِ راز کا

عالم تمام چشمِ حقیقت نگر بنا   منہ دیکھتا ہے آئینہ آئینہ ساز کا

ہرچند راہِ کعبہ و بت خانہ ایک ہے   اے راہرو ہے کام یہاں امتیاز کا

کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغ
میں ہوں نیاز مند اسی بے نیاز کا

عیب نکلا جو ہنر پیدا کیا　　ہم نے کھویا جس قدر پیدا کیا

اے زہے سرمایۂ رنج و الم　　ہم نے جس کو عمر بھر پیدا کیا

مدعا یہ تھا کہ ہم دیکھیں تجھے　　ورنہ کیوں نورِ نظر پیدا کیا

آسماں تو آسماں ہی رہ گیا　　نام تو نے فتنہ گر پیدا کیا

داغ کھائے ذلتِ اغیار کے　　تم نے میرا سا جگر پیدا کیا

شرم ہے پیدا کئے کی اس کے ہاتھ　　جس نے مجھ کو بے ہنر پیدا کیا

عشق نے کیا کیا دکھائے شعبدے　　دل اُدھر کھویا اِدھر پیدا کیا

چٹکیاں لینے لگا کچھ دل میں درد　　عشق نے کم کم اثر پیدا کیا

ہائے رے میں واہ کیا کہنا مرا　　رنج ان کو چھیڑ کر پیدا کیا

کھوئے دیتا ہے مجھے دنیا سے وہ　　جس کو میں نے ڈھونڈ کر پیدا کیا

جیتے جیتے کس کو داغِ روسیاہ
پر خدا نے دیکھ کر پیدا کیا

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا　　گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا

تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر　　کھل کھیلتے ہیں اب لبِ خاموشِ نقشِ پا

میں خاکسارِ عشق ہوں آگاہِ رازِ عشق　　مری زباں سے حال سنے گوشِ نقشِ پا

مجھ ناتواں کی خاک کو پامالیوں سے بعد   دوشِ صبا ملا جو چھٹا دستِ نقشِ پا

یہ داغ کی تو خاک نہیں کٹتے یاد ہیں

اک تشنۂ وصال ہے آغوشِ نقشِ پا

عشق تاثیر جو کرتا تو نہ پنہاں ہوتا   رنج میرا ترے چہرے سے نمایاں ہوتا

باعثِ گریہ نہ پوچھ اے ہم نشین   کیا کہوں میں آ گیا تھا یاد کیا

فصلِ گل میں کیوں ہے بلبل نغمہ سنج   آپ اپنے منہ مبارکباد کیا

داغ شب کو زہر کھا کر مر گیا

لو اٹھو بیٹھے ہوئے ہو شاد کیا

ایک ہی ناز سے سب یہ تماشا کیا   کوئی کیسا ہے کوئی چاہنے والا کیا

عرصۂ حشر میں انصاف تمہارا کیا   دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیا

نامہ بر تو نے بھی دیکھا ہے اسے سچ کہنا   گھات کیسی ہے چھبن کیسی ہے نقشا کیا

قیس و فرہاد کے قصے تو سنا کرتے ہو   داد دو اس کی کہ ہم نے تمہیں چاہا کیا

تم سلامت ہو تو ہر روز قیامت ہوگی   ہم بھی دیکھیں گے تماشے پہ تماشا کیا

مجھ کو یہ شکوہ کہ اقرارِ وفا جھوٹا تھا   ان کو یہ ناز کہ ہم نے یہ وعدہ کیا

غیر کا ذکر کریں اور ہمارے آگے   داغ اس بات پہ جلتا ہے کلیجا کیا

داغ اس بزم میں مہمان کہاں جاتا ہے　　تیرا اللہ نگہبان کہاں جاتا ہے

بتوں نے ہوش سنبھالا جہاں غرور آیا　　بڑے دماغ بڑے ناز سے شعور آیا

اسے حیا ادھر آئی ادھر غرور آیا　　مرے جنازے کے ہمراہ دور دور آیا

کہاں کہاں دلِ مشتاقِ دید نے یہ کہا　　وہ چمکی برقِ تجلی وہ کوہِ طور آیا

تری گلی میں رہی بازگشت مثلِ نفس　　کہ جتنی دور گیا واپس اتنی دور آیا

کسی نے جرم کیا مل گئی سزا مجھکو　　کسی سے شکوہ ہوا مجھ پہ منہ ضرور آیا

کہیں تھی راہنمائی کہیں تھی راہ زنی
کہیں ملا کہیں میں کارواں سے دور آیا

الٰہی کس نے مجھے کیا مزا دیا　　سینے پہ چڑھ کے اس نے خم سے پلا دیا

کوئی بھی طول روزِ جزا سے غرض نہ تھی　　میری شبِ فراق کی ضد نے بڑھا دیا

احسان مانتا ہوں ستم ہائے غیر کا　　بگڑا ہوا مزاج تمہارا بنا دیا

کڑوی سی پی کے تلخیِ مے کا گلہ نہ تھا　　جب منہ کو لگ گئی تو نہایت مزا دیا

سمجھیں گے خوب اس بتِ ناآشنا سے داغ　　گر ایک بار اور جو اسنے ملا دیا

بجھ گیا جو داغ سینہ کا دیکھنا　　جنت کسے کی آگ لگا دی جلا دیا

کیا ذوق ہے کیا شوق ہے سو مرتبہ دیکھوں　　پھر بھی یہ کہوں جلوۂ جاناں نہیں دیکھا

ملتا نہیں ہم کو دلِ گم گشتہ ہمارا　　تو نے تو کہیں اے غمِ جاناں نہیں دیکھا

میں نے اسے دیکھا مرے دل نے اسے دیکھا　　تو نے اسے اے دیدۂ حیراں نہیں دیکھا

جو دیکھتے ہیں دیکھنے والے ترے انداز　　تو نے وہ تماشا ہی مری جاں نہیں دیکھا

کیا پوچھتے ہو کون ہے یہ کس کی ہے شہرت

کیا تم نے کبھی داغ کا دیواں نہیں دیکھا

ہے رشک کہ اغیار کو دیکھا اسے دیکھا　　ہر چشمِ خریدار کو دیکھا اسے دیکھا

تصویر رخِ یار کو سمجھا اسے دیکھا　　خورشید پر انوار کو دیکھا اسے دیکھا

مشتاق سے کھل جاتے ہیں محبوب کے انداز　　جب طالبِ دیدار کو دیکھا اسے دیکھا

اے داغ اسی شوخ کے مضمون سمجھے ہیں

جس نے مرے اشعار کو دیکھا اسے دیکھا

ایک ہی شکوے میں ساماں وصل کا برہم ہوا　　کیا ہنسی میں رنج پھیلا کیا خوشی میں غم ہوا

داغ پھر اس آفتِ جاں سے بڑھائی رسم و راہ　　پہلے تھوڑا رنج پایا پہلے تھوڑا غم ہوا

کہوں گا حشر میں یہ کون ہیں کون　　مرا اسے جلسے گا [illegible]

قیامت ہے سنے وہ سر جھکائے   خدا کے سامنے اظہار میرا

مجھے تو جانتے ہو داغ میں ہوں

کہیں جاتا ہے خالی وار میرا

ارمان بھرے دل کا نہ یوں نام نکلتا   ناکامی جاوید سے بھی کام نکلتا

گر سلسلۂ نامہ و پیغام نکلتا   تو لے کے دل ناکام بڑا کام نکلتا

وہ چپ ہی رہے ورنہ مرے ذکر وفا پر   تعریف میں بھی پہلوئے دشنام نکلتا

گھبرا کے نکلتا نہ ترا ناوک دلدوز   پہلو میں اگر گوشۂ آرام نکلتا

دشمن کی ندامت نے انہیں پیار دلایا

سارے کاوش مرے فقرے بھی الزام نکلتا

تو ہے مشہور دل آزار یہ کیا   تجھ پہ آتا ہے مجھے پیار یہ کیا

تیری آنکھیں تو بہت اچھی ہیں   سب انہیں کہتے ہیں بیمار یہ کیا

ہاتھ آتی ہے متاع الفت   ہاتھ ملتے ہیں خریدار یہ کیا

خوبیاں کل تو بیاں ہوتی تھیں   آج ہے شکوۂ اغیار یہ کیا

حسرت دل کے سوا الفت میں   اور ہیں سینکڑوں آزار یہ کیا

[illegible] رخصت نہیں دنیا افسوس   سامنے ہے در دلدار یہ کیا

جانتا ہوں کہ مری جان ہے تُو — اور میں جان سے بیزار یہ کیا

باتیں سُنئے تو پھڑک جائیے گا

گرم ہیں داغ کے اشعار یہ کیسا؟

خوب حوروں سے درِ فردوس پہ جھگڑے ہوئے — جب بُت کا ذکر میں دل میں چھپا کے لے چلا

منزلِ مقصود تک پہنچے بڑی مشکل سے ہم — ضعف نے اکثر بٹھایا شوق اکثر لے چلا

یہ حسیں یہ مہ جبیں یہ شہر ایسی لہر بہر

داغ کلکتے سے لاکھوں داغ دل پہ لے چلا

دل مبتلائے لذتِ آزار ہی رہا — مرنا فراقِ یار میں دشوار ہی رہا

احسانِ عفوِ جرم سے وہ شرمسار ہوں — بخشا گیا تو میں بھی گنہگار ہی رہا

زاہد کی توبہ توبہ رہی گھٹا گھٹ پر

سو بوتلیں اُڑا کے بھی ہشیار ہی رہا

جب جوانی کا مزا جاتا رہا — زندگانی کا مزا جاتا رہا

وہ قسم کھاتے ہیں اب ہر بات پہ — بدگمانی کا مزا جاتا رہا

داستانِ عشق جب ٹھہری غلط — پھر کہانی کا مزا جاتا رہا

درد نے اٹھ کر اٹھایا بزم سے — ناتوانی کا مزا جاتا رہا

غیر پر لطف و کرم ہونے لگا — مہربانی کا مزا جاتا رہا

دوسرا کوئی نہ تجھ سا بن سکا — نقشِ ثانی کا مزا جاتا رہا

نامہ بر نے خط کیے سارے پیام — منہ زبانی کا مزا جاتا رہا

داغؔ ہی کے دم سے تھا لطفِ سخن

خوش بیانی کا مزا جاتا رہا

وہ جانا پھیر کر چتون کسی کا — ہمارے ہاتھ میں دامن کسی کا

غبار آلودہ ہیں پائے حنائی — مٹا کر آئے ہو مدفن کسی کا

زمانے کے چلن سیکھے ہیں تو نے — کسی کا دوست ہے، دشمن کسی کا

کلیجہ تھام لو گے جب سنو گے — نہ سنوائے خدا شیون کسی کا

گرے گی طور پہ اک اور بجلی — چمکتا ہے رخِ روشن کسی کا

وہ پھر دل دیکھتے ہیں داغؔ کے داغ

کسی کی سیر ہے گلشن کسی کا

گیا ہے عرشِ معلّٰے پہ شور نالوں کا — خدا بھلا کرے آزار دینے والوں کا

وہ پھول والوں کا میلہ وہ سیر یاد ہے داغؔ

وہ روز جھرنے پہ جمگھٹ پری جمالوں کا

ب

میرے ہی دم سے مہر و وفا کا نشاں ہے اب — تجھ سا اگر نہیں ہے تو مجھ سا کہاں ہے اب

لایا ہے مجھ کو بختِ رسا بزمِ عیش میں — مجھ سے ڈرو کہ دوست مرا آسماں ہے اب

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر — میں بھی دیکھوں تو پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر

نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا — دوستی اس بتِ بدخو سے نباہیں کیونکر

زیرِ دیوار کبھی جھانک کے تم دیکھ تو لو — ناتواں کرتے ہیں دل تھام کے آہیں کیونکر

چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو — وہ طریقہ تو بتا دو تمہیں چاہیں کیونکر

شرم سے آنکھیں ملاتے نہیں دیکھا ان کو — پار ہوتی ہیں کلیجے سے نگاہیں کیونکر

دردمندوں سے کہیں ضبطِ فغاں ہوتا ہے — چپکے چپکے ترے بیمار کراہیں کیونکر

داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہیے یہ بھی

جو برا چاہے ہمارا اسے چاہیں کیونکر

جوابِ وصل نکلا آپ کے منہ سے نہیں بن کر

شکایت بھی یہاں آئی تو لب پہ آفریں بن کر

ن

بتانِ ماہوش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں
کہ جس کی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں

سراغ مہر و الفت غیر کے دل میں نہ پائیں گے
عبث وہ رات دن اس سعیِ بے حاصل میں رہتے ہیں

زمیں پہ پاؤں نخوت سے نہیں رکھتے پری پیکر
یہ گویا اس مکاں کی دوسری منزل میں رہتے ہیں

محبت میں مزہ ہے چھیڑ کا لیکن مزے کی ہو
ہزاروں لطف ہر اک شکوۂ باطل میں رہتے ہیں

خدا رکھے سلامت جن کو ان کو موت کب آئے
تڑپتے لوٹتے بسمل کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

ہزاروں حسرتیں وہ ہیں کہ روکے سے نہیں رکتیں
بہت ارمان ایسے ہیں کہ دل کے دل میں رہتے ہیں

خدا رکھے محبت نے کئے آباد دونوں گھر
میں ان کے دل میں رہتا ہوں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغ ہے اور عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں
کیا داغ نے کہا تھا جو ایسے بگڑ گئے
عاشق کی بات کا تو برا مانتے نہیں

پڑے پڑے ہیں عتاب اچھے نہیں ایسے انداز حجاب اچھے نہیں
توبہ کر لیں ہم مے و معشوق سے بے مزہ ہیں یہ ثواب اچھے نہیں
میکدے میں ہو گئے سب جا بجا آج کچھ مست شراب اچھے نہیں
اور سنئے مجھ کو سمجھاتے ہیں وہ
ڈھنگ یہ خانہ خراب اچھے نہیں
غضب ہے داغ یہ دن رات یہ برسات یوں گزرے
کہاں وہ رشکِ گل جھولا جھلائیں جس کو ساون میں

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں
بھویں تنتی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے جو وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دلِ ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

اثر ہے جذبِ اُلفت میں تو کھنچ کر آ ہی جائیں گے
ہمیں پروا نہیں ہم سے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں ان کا رنگ لائے گا
قیامت بن کے اٹھیں گے بھبوکا بن کے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئے گی کسی کی جان جائے گی
کسی کی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں

محبت میں آرام سب چاہتے ہیں مگر حضرتِ داغ کب چاہتے ہیں
اجل کی دعا ہر گھڑی مانگتے ہیں غم و رنج و درد و تعب چاہتے ہیں
نہ تفریح و آسائشِ دل کی خواہش نہ سامانِ عیش و طرب چاہتے ہیں

قیامت بپا ہو نزولِ بلا ہو — یہی آج کل روز و شب چاہتے ہیں
نہ معشوقِ فرخار سے ان کو مطلب — نہ یہ جامِ بنت العنب چاہتے ہیں
نہ جنت کی حسرت نہ حوروں کی پروا — نہ کوئی خوشی کا سبب چاہتے ہیں
نرالی تمنا ہے اہلِ کرم سے — ستم چاہتے ہیں غضب چاہتے ہیں
نہ ہو کوئی آگاہ رازِ نہاں سے — خموشی کی یہ مہرِ لب چاہتے ہیں
غمِ ہجر سے داغ مجبور ہو کر — کبھی جو نہ چاہا وہ اب چاہتے ہیں

سب مجھے شیفتۂ ناز و ادا کہتے ہیں — تم تو کہتے ہی نہیں کچھ اسے کیا کہتے ہیں
پہلے تو داغ کی تعریف ہوا کرتی تھی
اب خدا جانے وہ کیوں اس کو برا کہتے ہیں

ف

ہے لاگ کا مزا دلِ با مدعا کے ساتھ — تم کیا کرو کسی کو اگر آرزو نہ ہو

کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو — دو دن میں یہ مزاج ہے آگے کو خیر ہو

کرتے ہو داغ دور سے بتخانے کو سلام   اپنی طرح کے ایک مسلماں تمہیں تو ہو

ی

سب سے تم اچھے ہو تم سے مری قسمت اچھی   یہی کمبخت دکھا دیتی ہے صورت اچھی

تم بناؤ تو سہی مہر و محبت کے گواہ   ایسے دعوے ہوں تو جھوٹی بھی شہادت اچھی

حسن معشوق سے بھی حسنِ سخن ہے کمیاب   ایک ہوتی ہے ہزاروں میں طبیعت اچھی

جو ہو آغاز میں بہتر وہ خوشی ہے بدتر   جس کا انجام ہوا اچھا وہ مصیبت اچھی

زور و زر سے بھی کہیں داغ حسیں ملتے ہیں
اپنے نزدیک تو ہے سب سے اطاعت اچھی

ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

بظاہر باادب یوں حضرتِ ناصح سے ملتا ہوں
مریدِ خاص جیسے مرشدِ کامل سے ملتا ہے

چھپانے سے کوئی چھپتی ہے اپنے دل کی بیتابی
کہ ہر تارِ نفس اپنا رگِ بسمل سے ملتا ہے

عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھو اہلِ ہستی سے

مسافر کو تو منزل کا پتہ منزل سے ملتا ہے
غضب ہے داغ کے دل سے تمہارا دل نہیں ملتا
تمہارا چاند سا چہرا مہ کامل سے ملتا ہے

پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے — اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے
ابھی سن ہی کیا ہے جو بیباکیاں ہیں — انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے
قیامت بھی آتی تھی ہمراہ اس کے — مگر رہ گئی ہم عناں آتے آتے
بنا ہے ہمیشہ یہ دل باغ و صحرا — بہار آتے آتے خزاں آتے آتے
مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے — چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے
نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے — ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے
تم کو صحبت غیر سے دن رات ہے — دیکھو اپنی بات اپنے ہات ہے
تو نے قاصد جو کہی دل کو لگی — یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے
بات کرنی بھی نہ آتی تھی تمہیں — یہ ہمارے سامنے کی بات ہے
ضعف اٹھنے نہیں دیتا — اب ہماری شرم اس کے ہات ہے

پھر خدا جانے کہاں تم ہم کہاں   عیش و عشرت کی یہی اک رات ہے

شکوے کے بدلے کیا شکرِ ستم   پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

داغ سے جا کر ملے تھے ہم بھی آج

آدمی خوش وضع خوش اوقات ہے

دنیا میں کوئی لطف کرے یا جفا کرے   جب میں نہ ہوں بلا سے مری کچھ ہوا کرے

لذت کو عشق کی غمِ جاوید چاہیے   تھوڑی سی زندگی میں کہاں تک مزا کرے

اس التجا کے ساتھ کہا میں نے حالِ دل   جیسے اخیر وقت میں کوئی دعا کرے

منظور کس کو ہے جو اٹھائے بلائے عشق   جب سر پہ آ پڑے تو کہو کوئی کیا کرے

اس عشق میں اجارہ نہیں ہے کسی کا داغ

پروردگار جس کو یہ دولت عطا کرے

ذرا سی بات پہ ایسے داغ تم ان سے بگڑ بیٹھے

اسی کا نام الفت ہے محبت ایسی ہوتی ہے

طور کے پہلو میں اک بت خانہ ایسا چاہیے   شور اٹھے جلوۂ جانانہ ایسا چاہیے

خوب جی بھر کے سنا پہلے تو قصہ داغ کا   پھر کہا دل تھام کر افسانہ ایسا چاہیے

آپ کا اعتبار کون کرے — روز کا انتظار کون کرے

ذکرِ مہر و وفا تو ہم کرتے — پر انہیں شرمسار کون کرے

آفتِ روزگار جب تم ہو — شکوۂ روزگار کون کرے

غیر نے تم سے بے وفائی کی — یہ چلن اختیار کون کرے

داغ کی شکل دیکھ کر بولے

ایسی صورت کو پیار کون کرے

ناروا کہئے ناسزا کہئے — کہئے کہئے مجھے برا کہئے

درد دل کا نہ کہئے یا کہئے — جب وہ پوچھے مزاج کیا کہئے

پھر نہ کہئے جو بد دعا کہئے — ایک کے بعد دوسرا کہئے

تجھ کو اچھا کہا ہے کس کس نے — کہنے والوں کو خیر کیا کہئے

وہ بھی سن لینگے یہ کبھی نہ کبھی — حالِ دل سب سے جا بجا کہئے

انتہا عشق کی خدا جانے — دمِ آخر کو ابتدا کہئے

آ گئی آپ کو مسیحائی — مرنے والوں کو مرحبا کہئے

ہوش جاتے رہے رقیبوں کے

داغ کو اور بے وفا کہئے

رنج کی جب گفتگو ہونے لگی　　آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی

میری رسوائی کی نوبت آگئی　　شہرت ان کی کو بکو ہونے لگی

اب کے مل کر دیکھئے کیا رنگ ہو　　پھر ہماری جستجو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج

شاید ان کی آبرو ہونے لگی

مری ان کی بھری محفل میں ہو گی　　زباں پر آئے گی جو دل میں ہو گی

نہ آئے داغ تو اچھا ہے ورنہ　　عجب ہلچل تری محفل میں ہو گی

نقاب روئے روشن ہے رخ پر نور کا جلوہ

جو چھپ چھپ کر نکلتا ہے تو یہ کیا کم نکلتا ہے

میری فریاد دوبارہ نہ سنے　　تم سنو اسے تو خدا نہ سنے

سن کے دشنام پی گئے ناصح　　کان وہ ہے جو ناروا نہ سنے

داغ کو چین ہی نہیں آتا

جب تلک ان سے برا بھلا نہ سنے

ہر دل میں نئے درد سے ہے یاد کسی کی — ملتی نہیں فریاد ہے نہ آئے
کمبخت وہی داغ نہ ہو دیکھیو کوئی — بے چین کئے دیتی ہے

کہو کیا کرو گے مرے وصل کی — جو شہرہ ہو جھوٹی خبر ہو گئی
غمِ ہجر سے داغ مجھ کو نجات — یقیں تھا نہ ہو گی مگر ہو گئی

اس سے کیا خاک ہمنشیں بنتی — بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی
میری صورت بنی تو خاک بنی — سیرت اے صورت آفریں بنتی
تو نے ایسے بگاڑ ڈالے ہیں — ایک کی ایک سے نہیں بنتی
نہ چمکتی جو حسن کی تصویر — کیوں تری چاندنی جبیں بنتی
بزمِ دنیا تھی قابلِ جنت — خوب بنتی اگر یہیں بنتی
طبعِ نازک کا لطف جب تھا داغ
نازنینوں میں نازنیں بنتی

وہ عیادت کو نہ آئے داغ تو کچھ غم نہیں
اور دنیا میں بہت ہیں پوچھنے والے مرے

رنج کی جب گفتگو وصال اچھا ہے — چھیڑ کا جس میں مزا ہو وہ سوال اچھا ہے

سینے تم پاؤں کا ناخن اپنا — یا یہ کہہ دو مرے ناخن سے ہلال اچھا ہے

جو نگاہوں میں ادا ہو وہ جواب اچھا ہے — جو اشاروں میں ہو پورا وہ سوال اچھا ہے

آپ گھبرائیں نہیں جو ہے تو یہ نذر کریں

آپ کے سر کی قسم داغ کا حال اچھا ہے

کچھ اور دل لگی نہیں اس خوش نصیب سے — ہم جانتے ہیں کھیلتے ہو تم رقیب سے

اے ناصح شفیق رہے کچھ تو چھیڑ چھاڑ

ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے

جانے سے تو مہمان کی عزت نہیں جاتی — تو جاتی ہے یا رب شب فرقت نہیں جاتی

مل جاتے ہیں خود خاک میں ہم فرق ہے اتنا — دل سے تو ہمارے کبھی کدورت نہیں جاتی

ہر چند بلا ہے مگر اس میں بھی وفا ہے — گھر غیر کے میری شب فرقت نہیں جاتی

اے داغ برا مان گئے اس کے کہے کا — معشوق کی گالی سے تو عزت نہیں جاتی

پیامی کامیاب آئے نہ آئے — مرے خط کا جواب آئے نہ آئے

ترے غمزوں کو اپنے کام سے کام — کسی کے دل کو تاب آئے نہ آئے

وہ آئیں جب سوار توسن ناز — قیامت ہم رکاب آئے نہ آئے

پیوں گا آج ساقی سیر ہو کر ‏ ‏ میسر پھر شراب آئے نہ آئے

نہ دیکھو داغ کا دیوان نہ دیکھو

سمجھ میں یہ کتاب آئے نہ آئے

ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی ‏ ‏ اُف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

کس دلِ بیتاب کی یارب تماشائی ہوئی ‏ ‏ وہ نگاہِ شوخ کچھ پھرتی ہے گھبرائی ہوئی

جب ترے در سے پھرا خلقت تماشائی ہوئی ‏ ‏ آگے آگے داغ پیچھے پیچھے رسوائی ہوئی

ضعف نے ایسا بٹھایا اسکی بزم ناز میں ‏ ‏ میں نے یہ جانا مجھے حاصل شکیبائی ہوئی

ڈر کے رستے میں پیا آ ہی گیا اس شوخ پر ‏ ‏ وہ نظر حیرت زدہ وہ بات گھبرائی ہوئی

پھر گیا اے داغ کیا منہ پھیر کر وہ مہ جبیں

پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

ماہتاب

اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا

تم بھی منہ چوم لو بے ساختہ پیار آ جائے
میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانا دل کا

غنچۂ گل کو وہ مٹھی میں لیے آتے تھے
میں نے پوچھا تو کیا مجھ سے بہانا دل کا

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

نگہِ شرم کو بے تاب کیا، کام کیا
رنگ لایا تری آنکھوں میں سمانا دل کا

بے دلی کا جو کہا حال تو فرماتے ہیں
کر لیا تو نے کہیں اور ٹھکانا دل کا

بعد مدت کے یہ اے داغ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا

یا ترکِ ملاقات کی خو ہو گئی ان کو   یا یہ ہے کہ مجھ سے کوئی بہتر نہیں ملتا
انکار سے امید ہے اقرار سے ہے یاس   جب وعدہ کیا پھر وہ مقرر نہیں ملتا
کیا پوچھتے ہو بزم میں کیا ڈھونڈ رہے ہو   لو صاف بتا دوں دلِ مضطر نہیں ملتا
تصویر تو پیدا ہے مصور نہیں پیدا   آئینہ تو ملتا ہے سکندر نہیں ملتا
ہر آبلے میں خار ہے ہر زخم میں پیکاں   ملنے سے مری جاں کوئی کیونکر نہیں ملتا
ہر وقت پڑھے جاتے ہیں کیوں داغ کے اشعار   کیا تم کو کوئی اور سخنور نہیں ملتا

نگاہِ ناز سے دیکھیں وہ پھر کیوں   مکرر جو ادا ہو وہ ادا کیا
بگڑ بیٹھے عبث ذکرِ عدو پر   سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
وہ دل کو چیر کر سو بار دیکھیں   نکلتا ہے ہمارا مدعا کیا
کبھی تڑپا کے دل پہ ہاتھ رکھتا
کبھی کہتا ارے یہ ہو گیا کیا

خاک میں ملنے کی جب داد ہماری ملتی   آسماں بن کے بگولہ سرِ محشر پھرتا
دمِ تزئیں جو ذرا آنکھ تمہاری پھرتی   مضطرب آئینے میں حلقۂ جوہر پھرتا

کچھ گرہ میں بھی ہے جو دل کے خریدار بنے　　یہ سمجھ لو کہ یہ سودا نہیں لے کر پھرتا
میں نہ ہوتا تو مزا بادہ کشی کا بھی نہ تھا　　ڈھونڈتا مجھ کو تری بزم میں ساغر پھرتا
رہنما ہی کے جو تقدیر مجھے لے جاتی　　بیٹھتا راہ نہ پھر اس کوچے میں دن بھر پھرتا
یہ نہ کہئے کہ نہیں اہلِ وفا میں کوئی　　نام اک شخص کا ہے مری زباں پہ پھرتا
تم نہ آتے تو یہ انداز کہاں سے ہوتے　　بیٹھتا بزم میں بن کر کوئی تن کر پھرتا

غیر کا میں بھی اگر چاہنے والا ہوتا　　رنگ اس چاہ کا دنیا سے نرالا ہوتا
ہم سناتے جو کوئی درد ہمارا سنتا　　دل دکھاتے جو کوئی دیکھنے والا ہوتا
دردِ فرقت کی کھٹک وصل میں کیا مٹ جاتی　　آہ تھمتی اگر لے کے دلِ داغ تو نالا ہوتا

دل کو تاکا تو مری جان جگر چھوڑ دیا　　اس طرف بھی نہ کوئی تیرِ نظر چھوڑ دیا
کیا نزاکت کی شکایت ہے غنیمت جانو　　ہم نے لپٹا کے گلے وقتِ سحر چھوڑ دیا
غیر کے حال سے مطلب جو ہمارا نکلا　　اس نے وہ ذکر جو تھا آٹھ پہر چھوڑ دیا

تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل ربا جاتا رہا　　دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا

جس توقع پہ تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی — جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

میں نے دیکھا ان کی زلفوں کو تو فرمانے لگے — آپ کا دل کھل پڑا گم ہو گیا جاتا رہا

اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے — ورنہ پہروں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے — ڈھونڈنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا

مرگِ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھ کو ملال — دشمنی کا لطف شکوے کا مزا جاتا رہا

ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے — ذہن میں آتے ہی حرفِ مدّعا جاتا رہا

اچھی صورت کی بلا کرتی تھی اکثر تاک جھانک — رہ گئیں آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا

کس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے — ملتے ملتے ہاتھ سب رنگِ حنا جاتا رہا

دیکھو دیکھو مجھ پہ برساتے رہو تیرِ نگاہ — صید جس دم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا

حرصِ دامنگیرِ دنیا۔ مالِ دنیا بے ثبات — جس قدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا

داغ کچھ وہم تھا جس کا نہیں ہوتا ملال — ہو گیا گم ہو گیا، جاتا رہا، جاتا رہا

داغ ہر اک زباں پہ ہے فسانا تیرا — وہ دن آتے ہیں وہ آتا ہے زمانا تیرا

ہدفِ دل سے نکلتی ہیں ہزاروں آہیں — تیر پہ تیر لگاتا ہے نشانا تیرا

اس سلیقے کی عداوت کہیں دیکھی نہ سنی — تو زمانے کا عدو دوست زمانا تیرا

وعدۂ حشر پہ بیساختہ دل لوٹ گیا　　عہد کا عہد بہانے کا بہانا تیرا

کہیں الجھا ہوا ہے دل تمہارا　　کہیں اٹکا ہوا ہے دم ہمارا
پھر اتنا بھی نہیں ملے داغؔ کوئی　　غنیمت ہے جہاں میں دم ہمارا

رازداروں کو رقیبوں کو خبر کر دی تھی　　داغؔ تم نے تو وہاں رنگ جمایا تھا

بلا سے جو دشمن ہوا ہے کسی کا　　وہ کافر صنم کیا خدا ہے کسی کا
دعا مانگ لے تم بھی اپنی زباں سے　　کہ پورا ہو جو مدّعا ہے کسی کا
ادھر آ کلیجے سے تجھ کو لگا لوں　　تجھی پر تو دل آ گیا ہے کسی کا
کسی کی تپش میں خوشی ہے کسی کی　　کسی کی خلش میں مزا ہے کسی کا
ذرا ڈال دو اپنی زلفوں کا سایہ　　مقدر بہت نارسا ہے کسی کا
ہمیشہ اسے ہم نے مٹتے ہی دیکھا　　مگر دل بھی رنگِ حنا ہے کسی کا
تمہیں اس سے کیا بحث کیوں پوچھتے ہو　　مگر تذکرہ ہو رہا ہے کسی کا
مری بزم میں آ کے وہ پوچھتے ہیں　　برا حال ہم نے سنا ہے کسی کا

تمہیں پھر کیوں رنج کیوں لاگ کیوں ہے — کسی سے اگر واسطہ ہے کسی کا

اسی نے بنایا ہے اپنا کسی کو — جو دل سے کوئی ہو رہا ہے کسی کا

مری التجا پر بگڑ کر وہ کہتا — نہیں ماننے اس میں کیا ہے کسی کا

وہ کب تک رہیگا زمانے کا دشمن — ہمیشہ زمانہ رہا ہے کسی کا

تجاہل تغافل سے دزدیدہ نظریں — یہ کیا دیکھنا دیکھنا ہے کسی کا

وہ کرنے لگے ہیں قیامت کی باتیں — یہ سچ ہے تو پھر فیصلا ہے کسی کا

بظاہر نہ جانے، نہ جانے، نہ جانے — تجھے داغ دل جانتا ہے کسی کا

نہ کیا وعدہ رات کا پورا — تو نہیں اپنی بات کا پورا

قدر ہوتی ہے دین و دنیا میں — آدمی ہو صفات کا پورا

ہے یہی دل دہی کی ساری بات — وعدہ کر التفات کا پورا

پردۂ عرفاں نہیں ہے چاک کیا — چشم بینا کے لئے ادراک کیا

نور سے خالی نہیں ہے خاکداں — کوئی بے ذرہ ہے اپنی خاک کیا

ساقی و میخانہ و مے ایک ہے — ہم نہ سمجھے پاک کیا ناپاک کیا

صیدِ دل کیواسطے ہے دامِ عشق جب نہ ہو نخچیر تو فتراک کیا
موت سے غافل نہ ہونا چاہیئے دیکھو اس صیّاد کی ہے تاک کیا
صیقلِ آئینۂ عرفاں بنا کون جانے ہے بہشتِ خاک کیا
شوق ہو تو منزلِ مقصود تک دونوں پہنچیں سست کیا چالاک کیا
ہے عجب دردِ محبت میں مزا خاطرِ آزردہ و غمناک کیا
پائے استقلال ثابت چاہیئے کر سکے گی گردشِ افلاک کیا
موجِ طوفاں خیز و صرصر تیز تیز کر سکے اس جوش میں تیراک کیا
رہنما دشوار رستے سے چلا بچ رہیگا دشتِ وحشتناک کیا

جب یہ سُنا کہ داغ کا آزار کم ہوا زانو پہ ہاتھ مار کے بولے ستم ہوا
اس التفات پر یہ تغافل ستم ہوا جتنا بڑھا تھا حوصلہ اتنا ہی کم ہوا
جاتا رہا ملاپ تو دونوں کو غم ہوا اتنا ہوا کہ مجھ کو سوا ان کو کم ہوا

رشکِ دشمن بھی گوارا لیکن تجھ کو مضطر نہیں دیکھا جاتا
توبہ کے بعد بھی جز ساغرِ خالی کوئی ساغر نہیں دیکھا جاتا

بار ہا دیکھ لیا ہے اس کو　　اور اکثر نہیں دیکھا جاتا
مختصر یہ ہے کہ اب داغ کا حال　　بندہ پرور نہیں دیکھا جاتا

جذبِ دل آزما کے دیکھ لیا　　اس نے کچھ مسکرا کے دیکھ لیا
غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا　　جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا
ان کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا　　دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا
کتنی فرحت فزا تھی بوئے وفا　　اس نے دل کو جلا کے دیکھ لیا
کبھی غش میں رہا شبِ وعدہ　　کبھی گردن اٹھا کے دیکھ لیا
لوگ کہتے تھے چپ لگی ہے تجھے　　حالِ دل بھی سنا کے دیکھ لیا
جاؤ بھی کیا کرو گے مہر و وفا　　بار ہا آزما کے دیکھ لیا
زخمِ دل میں نہیں ہے قطرۂ خون　　خوب ہم نے دبا کے دیکھ لیا
کیجئے بزم سے ہمیں رخصت　　جو سنا تھا وہ آ کے دیکھ لیا
جنسِ دل ہے یہ وہ نہیں سودا　　ہر جگہ سے منگا کے دیکھ لیا
عمرِ عاشق سے ہے دراز وہ زلف　　خوب ہم نے گھٹا کے دیکھ لیا
وہ اثر جس کو دل ترستا تھا　　آ گئے آ گئے دعا کے دیکھ لیا

ادھر آئینہ ہے ادھر دل ہے	جس کو چاہا اُٹھا کے دیکھ لیا
قابلِ آشیاں کوئی نہ ملا	تنکا تنکا اُٹھا کے دیکھ لیا
اس نے صبحِ شبِ وصال مجھے	جاتے جاتے بھی آ کے دیکھ لیا
ان کو خلوت سرا میں بے پردہ	صاف میدان پا کے دیکھ لیا
تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار	اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا
داغ نے خوب عاشقی کا مزا	جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا

کچھ یہاں بھی خیال ہو ہی گیا	آخر ان سے ملال ہو ہی گیا
دل میں جب تک رہا تھا شکوہ	لب پہ آ کر سوال ہو ہی گیا
نہ کہا تھا کہ سچ نہ کہلواؤ	آپ کو انفعال ہو ہی گیا
یاس انجامِ کار ہو ہی گئی	شوق خواب و خیال ہو ہی گیا
رنگ لایا ہے عشق آخرِ کار	ایک دونوں کا حال ہو ہی گیا
دولتِ حسن ہو کہ دولتِ زر	آخر آخر زوال ہو ہی گیا
مرضِ عشق سے شفا نہ ہوئی	جیتے جی کا وبال ہو ہی گیا
رفتہ رفتہ تمہاری چالوں سے	دل مرا پائمال ہو ہی گیا

کر گیا ضبط ذکرِ دشمن پر — رخ سے ظاہر ملال ہو ہی گیا
لے کے دل یہ سمجھ لیا تم نے — اب ہمارا یہ حال ہو ہی گیا
گو برائی سے ہو مگر آخر — ان کو میرا خیال ہو ہی گیا
نہ بچی جان ان اداؤں سے — وصل میں بھی وصال ہو ہی گیا
آپ نے کہہ کے آگ بھڑکا دی — برقِ نورِ جمال ہو ہی گیا
فکرِ یار کے مضامین سے — داغ نازک خیال ہو ہی گیا

اب دل ہے مقام بے کسی کا — یوں گھر نہ تباہ ہو کسی کا
کس کس کو مزا ہے عاشقی کا — تم نام تو لو بھلا کسی کا
گلشن میں تمہارے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا
تیرا بھی تو حسن ہے دغا باز — ہوتا ہی نہیں کوئی کسی کا
لیتے نہیں بزم میں مرا نام — کہتے ہیں خیال ہے کسی کا
اتنی ہی تو بس کسر ہے تم میں — کہنا نہیں مانتے کسی کا
ہم بزم میں ان کی چپکے بیٹھے — منہ دیکھتے ہیں ہر آدمی کا
تم کو جب سے غیر میں نہ جاتا — اس راہ میں ہے گذر کسی کا

جیتے ہیں کسی کی آس پہ ہم — احسان ہے ایسی زندگی کا
جب ایسی وفا پہ یہ جفا ہو — دل چھوٹ نہ جائے آدمی کا
جو دم ہے وہ بے بہا غنیمت — سارا سودا ہے جیتے جی کا
بالیں پہ مرے رہا شبِ غم — اک سحر کہ مرگ و زندگی کا
روکیں انہیں کیا کہ ہے غنیمت — آنا جانا کبھی کبھی کا
کہتے ہیں اسے زبانِ اردو — جس میں نہ ہو رنگ فارسی کا
ایسے سے جو داغ نے نباہی — سچ ہے کہ یہ کام تھا اسی کا

شامِ غربت کو آپ کیا جانیں — کوس دو کوس بھی سفر نہ کیا
دل کے ہاتھوں ہو سخت مجبوری — اب کیا وہ جو عمر بھر نہ کیا
کوئی دن اور صبر کرنا تھا — دل دیا آپ نے مگر نہ کیا
تم کو ہم باوفا تو کہہ دیں گے — داغ نے اعتبار اگر نہ کیا

[illegible] — [illegible]
[illegible] — [illegible]

وہ پھر مجھ سے دل حیلہ گر لے گیا　　ادھر دے گیا تھا ادھر لے گیا

چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل　　کوئی لینے والا مگر لے گیا

رقیبوں کے ہاتھوں سے محشر کے دن　　تمہیں چھین کر میں اگر لے گیا

دھرا کیا ہے اب لینے آئے ہو کیا　　کوئی تم سے دل پیشتر لے گیا

ترے ہاتھ دل بیچتا کیوں رقیب　　وہ ہشیار تھا پھیر کر لے گیا

یہ کیا ایسی وحشت ہوئی داغ کو　　اٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا

جواب اس طرف سے بھی فی الفور ہوگا　　دبے آپ سے وہ کوئی اور ہوگا

تغافل سے بڑھ کر بھی کیا جور ہوگا　　ستم ہو چکا یا ابھی اور ہوگا

عبث فکر دنیا عبث فکر عقبیٰ　　کہ قسمت کا ہونا بہر طور ہوگا

عیادت کو وہ داغ کی خوش خوش آئے　　یہ جانا کہ اب طور بے طور ہوگا

غرض مدعی سے یہ کیا خدا ملتا　　آگے بڑھتے تو کچھ پتا ملتا

غیر سے مل کے کیا لیا تم نے　　ہم سے ملتے تو کچھ مزا ملتا

تیرے کوچے میں چھوڑ آئے تھے　　زندہ رہتا جو دل تو آ ملتا

عاشقی سے ملے گا اے زاہد — بندگی سے نہیں خدا ملتا
اک نہ اک ہم لگائے رکھتے ہیں — تم نہ ملتے تو دوسرا ملتا
روز اک دل لگی نئی ہوتی — روز اک دل مجھے نیا ملتا
تم کو یہ مل گیا ہے قسمت سے — داغ سا ورنہ دوسرا ملتا

غم اس پہ آشکار کیا ہم نے کیا کیا — غافل کو ہوشیار کیا ہم نے کیا کیا
وعدے پہ انتظار کیا ہم نے کیا کیا — جھوٹے کا اعتبار کیا ہم نے کیا کیا
ہاں ہاں تڑپ تڑپ کے گزاری تمہیں نے رات — تم نے ہی انتظار کیا ہم نے کیا کیا
کہتے ہیں وہ شکایت بیداد و جور پر — تم کو خدا نے خوار کیا ہم نے کیا کیا
تعریفِ عشق سن کے کہا تنگ آ کے جھنجال — اس کو بھی بے قرار کیا ہم نے کیا کیا
ناصح بھی ہے رقیب یہ معلوم ہی نہ تھا — کس کو صلاح کار کیا ہم نے کیا کیا
پہلے تو منفعل ہوئے پھر وہ بگڑ گئے — کیوں شکوہ بار بار کیا ہم نے کیا کیا
کہہ دیں گے ہم تو داورِ محشر سے صاف صاف — اچھوں کو دل نے پیار کیا ہم نے کیا کیا
بہکا تمہارا ہاتھ ہمارا قصور کیا — خالی جو تیر نے وار کیا ہم نے کیا کیا
آئینہ ایسے صاف دل اپنا دکھا دیا — کیوں ان کو شرمسار کیا ہم نے کیا کیا

رسوا کیا جو دل نے تو اب کہتے ہیں داغ / دشمن کو راز دار کیا ہم نے کیا کیا

یہ حال تھا شبِ وعدہ کہ تا بہ راہ گذر / ہزار بار گیا میں ہزار بار آیا
گذر گئے اسی گردش میں اپنے لیل و نہار / شبِ فراق گئی روزِ انتظار آیا
تمہاری شوخ مزاجی سے چھپا گئی حیرت / تمہیں قرار نہ آیا مجھے قرار آیا
کمالِ عشق کو فرہاد و قیس کب پہنچے / وہ پختہ کار ہے دل جس کا بار بار آیا
رقیب سے بھی ہے وہ بدگماں سرِ محفل / کہا یہ مجھ سے تمہارا اصلاح کار آیا
وفا شعار کو غفلت شعار کون کہے / دمِ اخیر نہ آیا سرِ مزار آیا
ڈرے جو حشر میں وہ مجھکو دیکھتے ہی کہا / مرا رفیق مرا داغ جاں نثار آیا

تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا / نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا
وفا کریں گے نباہیں گے بات مانیں گے / تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا
رہا نہ دل میں وہ بیدرد اور درد رہا / مقیم کون ہوا ہے مقام کس کا تھا
تمام بزم جسے سن کے رہ گئی مشتاق / کہو وہ تذکرۂ ناتمام کس کا تھا
ہمارے خط کے تو ٹکڑے کئے پڑھا بھی نہیں / سنا جو تو نے بہ دل وہ پیام کس کا تھا

گذر گیا وہ زمانہ کہوں تو کس سے کہوں — خیال دل کو مرے صبح و شام کس کا تھا

ہمیں تو حضرتِ واعظ کی ضد نے پلوائی — یہاں ارادۂ شربِ مدام کس کا تھا

اگرچہ دیکھنے والے ترے ہزاروں تھے — تباہ حال بہت زیرِ بام کس کا تھا

وہ کون تھا کہ تمہیں جس نے بے وفا جانا — خیالِ خام یہ سودائے خام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا — یہ پوچھے ان سے کوئی وہ غلام کس کا تھا

نام زیرِ آسماں باقی رہا — مر مٹوں گا یوں نشاں باقی رہا

اس کے در پہ جبہ سا لاکھوں مٹے — پھر بھی سنگِ آستاں باقی رہا

دیکھئے فردائے محشر کیا بنے — آج کل پہ امتحاں باقی رہا

مٹ چکا گو اک زمانے کا خیال — پھر بھی دل میں اک جہاں باقی رہا

جا چکا اے داغ سب مال و متاع — شکر ہے لطفِ زباں باقی رہا

مایوس ہجر میں دلِ ناکام ہو گیا — رخصت ہوا اے اجل مجھے آرام ہو گیا

[illegible] ہر طرح سے موردِ الزام ہو گیا — تقصیر کی کسی نے میرا نام ہو گیا

قاصد کے ہاتھ چوم لئے دیکھتے ہی خط — پیدا کس طرح سے بوسہ بہ پیغام ہو گیا

کیا طولِ مدعا جسے کافی ہو روزِ حشر — کیا فیصلہ جو صبح سے تا شام ہو گیا

دیکھ کر تیری ادا جی سے گزر جائے گا — مرنے والا تو قیامت میں بھی مر جائے گا
میرے ہمراہ پسِ مرگ ڈبونے کے لئے — دیدۂ تر نہ سہی دامنِ تر جائے گا
اب تو اے داغ مرے غم سے وہ خوش ہیں پھر کیا — آخر اک دن یہ زمانہ بھی گزر جائے گا

تم گلے جب نہ ملو لطفِ ملاقات ہی کیا — مان بھی جاؤ مری بات یہ ہے بات ہی کیا
جا کے پی آئے وہاں آتے ہی توبہ کر لی — اس قدر دور ہے مسجد سے خرابات ہی کیا
عاشقی اور پھر ایسی کہ چھپائے نہ چھپے — مجھ سے مجرم کے لئے چاہئے اثبات ہی کیا
اس میں دھوکا تو نہیں ہم سے ذرا سچ کہئے — کر دیا مانگ کے دل آپ نے خیرات ہی کیا

عشق میں دل نے بہت کام نکالا اپنا — سچ ہے ملتا ہے کہاں چاہنے والا اپنا
دیکھ کر اس کو تعجب ہے جنابِ ناصح — مجھ سے فرماتے ہیں کیوں دل نہ سنبھالا اپنا
ہیں برے حال کے سب دیکھنے والے اے داغ
کوئی دنیا میں نہیں پوچھنے والا اپنا

کروں تو داورِ محشر کے سامنے فریاد — تجھی کو سونپ نہ دے وہ معاملا دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے — وہی بتوں کی شکایت وہی گلا دل کا

اس دل لگی میں حال جو دل کا ہوا ہوا — کیا پوچھتے ہیں آپ تجاہل سے کیا ہوا

عذرِ ستم سے بس مجھے نادم نہ کیجئے — اس تذکرے کو چھوڑئیے جو کچھ ہوا ہوا

دشنام کی بھی آپ سے کس کو امید تھی — ہم نے تو اس پہ صبر کیا جو عطا ہوا

عاشقِ مضطر اگر آرام اپنا دیکھتا — عشق کے آغاز میں انجام اپنا دیکھتا

کیا غرض تھی دیکھتے ہم عشق میں اچھا برا — دیکھتا تو یہ دل ناکام اپنا دیکھتا

داغ کو وہ آگ لگی جس کا بجھنا تھا محال — گر تمہاری بزم میں ہم نام اپنا دیکھتا

غیر پر لطف و کرم بس ہو چکا — ہو چکا ہم پر ستم بس ہو چکا

دل میں رہنے دے کسالے چارہ گر — درد اپنا کم سے کم بس ہو چکا

گر یہی قسمیں ہیں تو مجھ کو یقیں — آپ کے سر کی قسم بس ہو چکا

کل جو اک داغِ حزیں مشہور تھا — آج وہ بیمارِ غم بس ہو چکا

یہ بات ہے بہارِ چمن ہی کے واسطے — آتا نہیں پلٹ کے زمانہ شباب کا
یا تمکنت سمائی طبیعت میں آپ کی — یا صبر پڑ گیا دلِ پر اضطراب کا
اے زلفِ یار وجہ بھی کچھ پیچ و تاب کی — اے چشمِ یار کوئی سبب بھی عتاب کا
اٹھا ہے خوابِ ناز سے کوئی جو دن چڑھے — چمکا ہوا ہے آج نصیب آفتاب کا

آئینۂ دل نے تماشا کیا — اپنی جگہ میں اسے دیکھا کیا
نکہتِ گل میں ہے لپٹا ہوا رہی — کس نے یہاں بندِ قبا وا کیا
دیکھتے ہی مجھ کو کہا روزِ حشر — تو نے یہاں بھی ہمیں رسوا کیا
قتل یہاں اس کے لئے کھیل تھا — کون کہے آپ نے یہ کیا کیا
دادطلب اس سے ہیں سب دادخواہ — جس نے تجھے اتنے سے اتنا کیا
روزِ قیامت وہ ہم باز پرس — چشمِ غضب سے مجھے دیکھا کیا
ہاتھ سے میرے جو ہوا دل ہلاک — اپنے پہ خود خون کا دعوےٰ کیا
چھوڑیئے ان باتوں میں رکھا ہے کیا — آپ نے پھر ذکرِ عدو کا کیا
کس سے کہیں عمرِ گزشتہ کا حال — کیا نہ کیا ہم نے یہاں کیا کیا
کل کا اگر وعدہ وفا آج ہو — آپ نے امروز کو فردا کیا

میں ستم غیر کا شکوا کروں — اور وہ ستم گر کہے اچھا کیا
اور بھی اک رات سہی انتظار — یا نہ کیا اس نے کرم یا کیا
مر کے ہوئیں زندہ بہت حسرتیں — شوق نے اعجازِ مسیحا کیا
داغ نے دیکھے ہیں ہزاروں حسیں — آپ نے کس شخص سے دعوے کیا

کیا سمجھتے نہیں ظاہر کی ملاقات کو ہم — دل تمہارا نہ ملا ہم نے گلے مل دیکھا
مست تھی آنکھ تری دل تھا ہمارا بیخود — ہم نے دونوں کو دمِ معرکہ غافل دیکھا

نالۂ عاشقِ ناشاد نہ دیکھا نہ سنا — آپ نے شکوے لیے داد نہ دیکھا نہ سنا

تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا — انساں نہ ملک بنتا بندہ نہ خدا ہوتا
توبہ ہے حسینوں کو گر پاسِ وفا ہوتا — کیا جانیئے کیا کرتے کیا جانیئے کیا ہوتا
تم لطف اگر کرتے تو حال زمانے کا — ایسا ہی ہوا ہوتا ایسا نہ ہوا ہوتا
ساقی تری محفل میں چرچا ہی نہیں مے کا — اس سے تو یہ بہتر تھا کچھ ذکرِ خدا ہوتا
دل نے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا — اپنوں سے ہوا یہ کچھ بیگانوں سے کیا ہوتا

غیروں کی شکایت پر فرقت کی حکایت | گر تم نہ خفا ہوتے تو کون خفا ہوتا
وہ محفل دشمن میں جب مجھ کو طلب کرتے | وہ وقت مزے کا تھا اس وقت مزا ہوتا
عاشق کا ذرا سا دل تسکین ہی کیا اس کی | جھوٹا ہو کہ سچا ہو وعدہ ہی کیا ہوتا
محفل میں سنایا تھا افسانۂ غم میں نے | الزام یہ رکھا ہے خلوت میں کہا ہوتا
فریاد و فغاں سے تم اے داغ عبث ٹھہرے | کچھ بھی نہ کیا ہوتا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا

ہم سے تغافل اور ہے غیروں سے تاک جھانک | تیرا فریب نرگس مستانہ کھل گیا
جلنے لگے ہیں شمع سے گل سے ہیں بد دماغ | کیوں ان پہ عشق بلبل و پروانہ کھل گیا
رکھا تھا ہم نے پردہ کہ اس پر کھلے نہ حال | سب پر یہ دل ستانے ہی افسانہ کھل گیا
پوچھا مزاج اس نے تو وحشت کی اس نے لی | آخر کو پردۂ دل دیوانہ کھل گیا
اس میکدے سے ہم تو چلے تشنہ کام ہی | بس ہم پہ ظرف ساقی و پیمانہ کھل گیا
اے داغ وقت مرگ ہوا امتحاں ہمیں | اس وقت میں یگانہ و بیگانہ کھل گیا

تغافل میں شوخی نرالی ادا تھی | غضب تھا وہ منہ پھیر کر دیکھ لینا
محبت کے بازار میں اور کیا ہے | کوئی دل دکھا دے اگر دیکھ لینا

تماشا ہے عالم کی فرصت ہے کس کو — غنیمت ہے بس اک نظر دیکھ لینا
جلایا تو ہے داغ کے دل کو تم نے — مگر اس کا ہوگا اثر دیکھ لینا

دل مکدر مدام کا نکلا — کب یہ آئینہ کام کا نکلا
مٹ گئی رسم و راہ بھی ان سے — یہ نتیجہ پیام کا نکلا
بحث تھی مے کشی میں زاہد سے — عذر ماہِ صیام کا نکلا
وصل کی ان سے ہو گئی تمہید — سلسلہ جب کلام کا نکلا
یہ سنا ہے کہ اب وہ ہرجائی — صبح آتا ہے شام کا نکلا
گالیاں سنتے ہیں دعا دے کر — خوب پہلو کلام کا نکلا
دل کے ملنے کی پھر امید نہیں — یہ اگر اس کے کام کا نکلا
واہ کیا کیا تری محبت میں — حوصلہ خاص و عام کا نکلا
سچ تو یہ ہے کہ عاشقی میں داغ — ایک ہی اپنے نام کا نکلا

تجھے نامہ بر قسم ہے نہیں دن سے رات کرنا
کوئی ایک بات پوچھے تو ہزار بات کرنا

ابھی سن ہی کیا ہے آئے جو انہیں وقار و تمکین
کبھی اجتناب کرنا کبھی التفات کرنا

وہ ہو تیز رو نہ پائے کوئی تم کو حضرتِ دل
رہِ دوست میں جو چلنا تو ہوا کو مات کرنا

مرے دل کی اتنی قیمت نہ بڑھاؤ کون لے گا
جو تمہیں نہ جانتا ہو ہو اسی سے گھات کرنا

یہ زمانہ کہہ رہا ہے کہ وہ قول کے ہیں پورے
مگر اک ہمیں سے وعدہ انہیں بے ثبات کرنا

وہ کریم کیا نہیں ہے، وہ رحیم کیا نہیں ہے
کبھی داغ بھول کر بھی نہ غمِ نجات کرنا

وصل پیغام ہے جدائی کا — موت انجام آشنائی کا
صلح کے بعد وہ مزا نہ رہا — روز ساماں تھا لڑائی کا
اشک آنکھوں میں داغ ہی دل میں — یہ نتیجہ ہے آشنائی کا
ہنسی آتی ہے اپنے رونے پر — اور رونا ہے جگ ہنسائی کا

دل اڑاتا ہے دل لگی کے مزے　　پوچھنا کیا لگی لگائی کا
گرچہ پہنچا ہوں میں کہیں سے کہیں　　مرحلہ دور ہے رسائی کا
نہ رہا لطف اس زمانے میں　　میرزا داغ میرزائی کا

آشنا تو ہے اپنے مطلب کا　　فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا
کیوں نہ ہو غیر کی دعا مقبول　　وہ خدائے کریم ہے سب کا
وہ سنے دردِ دل جو ہو ہمدرد　　نہیں ملتا کوئی مرے ڈھب کا
کس کو جانوں رقیب محفل میں　　ایک نام اس نے رکھ دیا سب کا
غنچۂ گل کو سونگھئے بچ کر　　بوسہ لے لے نہ آپ کے لب کا
ذکرِ بیداد پر نہ ہو برہم　　کہ نہیں ہے یہ تذکرہ اب کا
داغ مے کو نہ دیکھ اے زاہد　　دل تو ہے پاک رند مشرب کا
کافرِ عشق کیوں مسلماں ہو　　سب کچھ ہے پاس اپنے مذہب کا
جرم تھا بیشتر تغافل بھی　　حال جب کا کہوں کہیں اب کا
ہو مئے ناب یا شرابِ طہور　　تشنہ ہوں ساغرِ لبالب کا
کیا کرو گے کہو تو روزِ جزا　　ایک دعویٰ ہوا اگر سب کا

تم نے بھی کچھ سنا کہ تا بفلک شور پہنچا ہے میری یارب کا
شکر ہے داغ کامیاب ہوا حق تعالیٰ بھلا کرے سب کا

کیوں مفت میں دیوانہ بنوں چھوڑ کے تجھ کو
دامن میں جو ہے ہاتھ گریباں میں نہ ہو گا
بہلاؤں گا اپنے دلِ ویراں سے طبیعت
یہ وحشت بلا کیا مرے زنداں میں نہ ہو گا
اپنے بھی تو بیگانے نظر آئیں گے اے داغ
اپنا تو کوئی حشر کے میداں میں نہ ہو گا

تم کو کیا ہر کسی سے ملنا تھا دل لگا کر مجھی سے ملنا تھا
عید کو بھی خفا خفا ہی رہے آج کے دن خوشی سے ملنا تھا
آپ کا مجھ سے جی نہیں ملتا اس محبت پہ جی سے ملنا تھا
تم تو اکھڑے رہے تمہیں اے داغ
ہر طرح مدعی سے ملنا تھا

کہتے ہو عبث شکوۂ فرقت کی شکایت — وہ شکوۂ ملاقاتِ گذشتہ سے تو کم تھا

مجنوں کے طرفدار بنے ہیں کئی دن سے — فرماتے ہیں وہ آپ سے کس بات میں کم تھا

دل خون ہوا خاک ہوا خوب ہوا داغ — ہر آن کی تکلیف تھی ہر وقت کا غم تھا

ب

دلِ ناکام کئے ہیں کام خراب — کر لیا عاشقی میں نام خراب

اس خرابات کا یہی ہے مزا — کہ رہے آدمی مدام خراب

دیکھ کر جنسِ دل وہ کہتے ہیں — کیوں کرے کوئی اپنے دام خراب

وہ بھی ساقی مجھے نہیں دیتا — وہ جو ٹوٹا پڑا ہے جام خراب

کیا ملا ہم کو زندگی کے سوا! — وہ بھی دشوار ناتمام خراب

واہ کیا منہ سے پھول جھڑتے ہیں — خوبرو ہو کے یہ کلام خراب

پ

کیا سبب تم جو ہے بشاش ہے جی آپ ہی آپ

چلی آتی ہے مجھے آج ہنسی آپ ہی آپ

ابھی آئی بھی نہیں کوچۂ دلبر سے صبا
کھل گئی آج مرے دل کی کلی آپ ہی آپ

ہیں بڑے یار فراموش جناب زاہد
جا کے مے خانے میں چوری سے جو پی آپ ہی آپ

مجھ کو ارشاد سے ناصح کے یہ مفہوم ہوا
جس طرح سے کوئی بن بیٹھے ولی آپ ہی آپ

کچھ تو فرمائیے اس بد مزگی کا باعث
آپ ہی آپ ہے رنجش خفگی آپ ہی آپ

کبھی کثرت سے غرض ہے کبھی وحدت منظور
کبھی وہ انجمن آرا ہے کبھی آپ ہی آپ

دل لگی آگ ہے اے داغ خبر لو جلدی
جو لگانے سے لگی کب وہ بجھی آپ ہی آپ

ت

بارِ تشبیہ سے دوبھر وہ ہوئے جاتے ہیں

کیوں رگِ جاں سے ملائی تھی کمر کی صورت

ان کے جانے کا وہ صدمہ وہ مری تنہائی

اور روتی ہوئی وہ شمعِ سحر کی صورت

در و دیوار کا جلوہ نہیں دیکھا جاتا

ان کے آتے ہی بدل جاتی ہے گھر کی صورت

حضرتِ داغ تو شاعر ہیں ہوا باندھتے ہیں

نہ دعا کی کوئی صورت نہ اثر کی صورت

نہیں سنتے وہ اب ہماری بات — سچ ہے بن آئے کی ہے ساری بات

وہ دو باتیں ہوتی نہیں واعظ سے — رکھ لی اللہ نے ہماری بات

کھیل ہے امتحاں ترے آگے — میرے آگے ہے جاں نثاری بات

حشر میں کچھ نہ کچھ نکالے گی — میری شرمِ گناہ گاری بات

خامشی میں ادا کریں مطلب — یہ تو ہے ان کی اختیاری بات

لوٹ لیتی ہے داغ کے دل کو

تیری ہر ایک پیاری پیاری بات

ج

میرا جدا مزاج ہے ان کا جدا مزاج — پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا برا مزاج

کس طرح دل کا حال کھلے اس مزاج سے — پوچھوں مزاج تو وہ کہیں آپ کا مزاج

تم کیا کسی کے دل میں بھلا گھر بناؤ گے — بنتا نہیں بنائے سے بگڑا ہوا مزاج

تا اتفاقیاں تھیں پیام و سلام تک — جب مل گئی نظر سے نظر مل گیا مزاج

دن رات کا ہے فرق تمہارے مزاج میں — دن کو جدا مزاج تو شب کو جدا مزاج

کل ان کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی — بدلی ہوئی نگاہ تھی بدلا ہوا مزاج

سچ ہے خدا کے دین میں کیا دخل ہو سکے — اک داغ کا مزاج ہے اک آپ کا مزاج

جائے آسودگی کہاں ہے آج — جو زمیں کل تھی آسماں ہے آج

آرزوئے وصل کی شہید ہوئی — ماتم مرگ نوجواں ہے آج

اس ہدف پر لگائیں گے وہ تیر — دل نشین داغ کا نشاں ہے آج

د

اے وعدہ فراموش ہی تجھ کو جفا یاد — یہ بھول بھی کیا بھول ہے یہ یاد بھی کیا یاد

جو رنج اٹھاتے ہیں وہ بھولے نہیں جاتے — غم دل سے سوا یاد ہے تم دل سے سوا یاد

وہ سنتے ہیں کب دل سے مری رام کہانی — فرماتے ہیں کچھ اور بھی ہے اسکے سوا یاد

سنتا ہوں رقیبوں سے بڑا معرکہ گذرا — اس وقت مجھے بھول کے تم نے نہ کیا یاد

دل دیتے ہیں لو مفت ہیں کیا یاد کروگے — احسان جو مانوگے تو آئے گی وفا یاد

تم بھولتے ہو آج کی بات آج ہی اکثر — مشکل ہے اگر وعدۂ فردا نہ رہا یاد

معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا — کیوں یاد کرے تجھکو کرے اس کی بلا یاد

شوخیٔ الفاظ کچھ لائے گی رنگ — آنکھ پڑتی ہے مری تحریر پہ

حسرت آتی ہے دل ناکام پر — اس کو دے ڈالوں خدا کے نام پر

جانچ لو ہاتھ میں پہلے دل شیدا لے کر — نہیں پھیرنے کا مری جان یہ سودا لیکر

میرے دل کو دیکھکر میری وفا کو دیکھکر — بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھکر

میں نے پوچھا تھا ملو گے دن کو تم یا رات کو مسکرا اٹھے اپنی وہ زلفِ دوتا کو دیکھ کر
دلربا ہے شرم بھی شوخی بھی دل کس کس کو دیا اس ادا کو دیکھ کر یا اس ادا کو دیکھ کر
غیر نے مہندی لگائی اسکے ہاتھوں میں جو داغ خون آنکھوں میں اتر آیا حنا کو دیکھ کر

ک

رہا جذبِ دل کا اثر دیر تک بلاتے رہے وہ نظر دیر تک
مزا لے گیا ہو نہ پیغامِ شوق کہ سنتا رہا نامہ بر دیر تک
ذرا سا جو الجھا یہ تارِ نگاہ دبائے رہے وہ کمر دیر تک
یہاں دم بدم سو پیامِ وصال سکوت ان کو ہے بات پر دیر تک
بڑی دیر میں سوچ کر لب کھلے رہے گی دعا بے اثر دیر تک
کچھ ایسی رہی میری تغییرِ حال وہ سوچا کیے دیکھ کر دیر تک
غشی کا بھی احسان مجھ پہ ہوا وہ زانو رہا زیرِ سر دیر تک
وہ سمجھے نہ سمجھے مرا مدعا ہلی ان کی گردن مگر دیر تک
نفس کی عجب سیر ہے ہم نفس رہے یوں مسافر سفر دیر تک
ترے وعدے سے زندگی بڑھ گئی جیے ہم اس امید پر دیر تک

محبت میں تکرار کا ہے مزا گلے ہوں جو باہم گدر یٹ تک
نئی چاہ چھپتی ہے اے داغ کب اٹھے گی ابھی بے خبر دیپ تک

ل

مزا دے گیا ہے شباب اوّل اوّل ملے خوبرو انتخاب اوّل اوّل
وہ کب لطف کرتے ہیں بے آزمائے کرم ابتدا آخر عتاب اوّل اوّل
خدا شرم رکھے تری انتہا تک کہ ڈالی ہے منہ پر نقاب اوّل اوّل
انہیں سے پھر آخر کو کھل کھیلتے ہیں وہ کرتے ہیں جن سے حجاب اوّل اوّل
الٰہی رہے بانکپن ان کا قائم سنبھالی ہے تیغ خوشاب اوّل اوّل
نیا ہے چلو فتنۂ حشر کو بھی ہوا ہے ابھی تم رکاب اوّل اوّل

قطعہ

وہ پیغام بر کی ادا راست پیہم وہ ترکیب سوال و جواب اوّل اوّل
وہ جلسے وہ احباب [illegible] [illegible] اوّل اوّل
وہ [illegible] وہ تماشا [illegible] وہ لطف شب ماہتاب اوّل اوّل

وہ گلیوں میں یاں تو نکو چھپ چھپ کے پھرنا　　وہ یاروں سے کچھ کچھ حجاب اوّل اوّل
وہ ہر بات کا شوق بے سوچے سمجھے　　وہ ہر کام کرنا شتاب اوّل اوّل
وہ پہلے پہل دل لگانا کسی کا　　وہ کچھ شوق کا اضطراب اوّل اوّل
جوانی کی لہروں میں کیا کیا رہے ہم　　خراباتیوں میں خراب اوّل اوّل
کوئی دن رہے پارسا ہم بھی زاہد　　بہت ہم نے لوٹے ثواب اوّل اوّل
ہوئی داغ اب ان کی تعبیر اُلٹی　　نظر آئے جو ہم کو خواب اوّل اوّل

ھ

رشک سے غیروں کا جی کھوتے ہیں ہم　　کیا بروں کی جان کو روتے ہیں ہم
بے خودانہ اپنی ہشیاری رہی　　جاگتے ہیں کچھ تو کچھ سوتے ہیں ہم
داغ ہے کس کو میسر دردِ عشق　　رنج ہوتا ہے تو خوش ہوتے ہیں ہم

ن

٢ اور کیا داغ کے اشعار اثر کرتے ہیں　　کہ گرہ دل میں حسینوں کے مگر کرتے ہیں
حضرتِ داغ کو دلّی کی ہوا خوب لگی
رات دن عیش میں جلسوں میں بسر کرتے ہیں

عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں
خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

چوٹ کھاتا دلِ حزیں نہ کہیں — درد رہ جائے گا کہیں نہ کہیں
کیا ملے گا کوئی حسیں نہ کہیں — دل بہل جائے گا کہیں نہ کہیں
یہ تو کہیے کہ راز کی باتیں — آپ کے غیر سے کہیں نہ کہیں
نہ کرو امتحانِ مہر و وفا — آئے اس جھوٹ پہ یقیں نہ کہیں
آپ کی گفتگو کا کیا کہنا — چار باتیں بھی دلنشیں نہ کہیں
تیرے عاشق ہیں کافر و دیندار — ایک ہو جائے کفر و دیں نہ کہیں
داغ پھر تاک جھانک کرتے ہیں — اب گئے لے کے بیٹھے کہیں نہ کہیں

ہم تو فریاد و فغاں آہ و بکا کرتے ہیں — جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ تماشا کرتے ہیں
ایک اندازِ سخن طرزِ شکایت ٹھہری — ہم جدا کہتے ہیں شکوے وہ جدا کہتے ہیں

تم کو بیمار محبت سے بھی عار آتی ہے — ہم تو اچھوں کے لئے روز دعا کرتے ہیں
اپنے کوچے میں نہ کیجے مری مٹی برباد — آپ بھی خاک اڑاتے ہیں یہ کیا کرتے ہیں
آپ کے عشق میں جو مجھ کو نہ کرنا تھا کیا — دیکھئے آپ مرے واسطے کیا کرتے ہیں
داغ کا رشک سنا غیر سے اس نے تو کہا — ان کی تقدیر میں جلنا ہے جلا کرتے ہیں

نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی — حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں
بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا — کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں
یہاں منصفی حشر پر منحصر — وہاں فیصلے کی ضرورت نہیں
رہا ہجر بت میں دل سنگ سخت — کچھ اپنوں کو اپنوں سے الفت نہیں
مزاج آج کا ہے مزاج آج کل — پرائی طبیعت طبیعت نہیں
نری آرزو جن کو ہے ان کو ہے — خدا کی قسم ہم کو حسرت نہیں
بظاہر اٹھاتا مجھے بزم سے — اشارے سے کہتا اجازت نہیں

قطعہ

کہا دل سے میں نے اسے یاد رکھ — انہیں تجھ سے نفرت ہے الفت نہیں

وہاں بے نیازی ہے ہر شان میں | وہاں خود نمائی سے فرصت نہیں
وہ کیوں وعدۂ وصل پورا کریں | یہ اقرار ہے کوئی منت نہیں
وہ کیوں جذبِ دل سے ہوں اندیشناک | محبت ہے کوئی کرامت نہیں
وہ کیوں سوزِ داغِ جگر سے ڈریں | کہ یہ آفتابِ قیامت نہیں
وہ کیوں چشمِ پرخوں کی دیکھیں بہار | یہ رونا ہے بارانِ رحمت نہیں
وہ کیوں سن کے پی جائیں غیروں کی بات | یہ ہیں زہر کے گھونٹ شربت نہیں
وہ کیوں دیکھیں صورت اٹھا کر نگاہ | یہ کیا بارِ نازِ نزاکت نہیں
وہ کیوں مول لیں جنسِ دل کیا غرض | کہ اس شے کی ان کو ضرورت نہیں
وہ کیوں شکوۂ رنجِ فرقت سنیں | شکایت ہے یہ کچھ حکایت نہیں
وہ کیوں کر نہ دیں جھڑکیاں گالیاں | کہ عاشق مزاجوں کی عزت نہیں
دیا دل نے مایوس ہو کر جواب | نہیں داغ اب کوئی حسرت نہیں

ف

کافر وہ زلفِ پرشکن ایک اس طرف ایک اس طرف
پھر اس کی چشمِ سحر فن ایک اس طرف ایک اس طرف

غیروں کا مجمع اور تم پریوں کا جھمگٹ اور ہم
پہلو بہ پہلو انجمن ایک اس طرف ایک اس طرف
اترا رہا ہے داغ کیا ہنگام گلگشت چمن
رنگیں قبا گل پیرہن ایک اس طرف ایک اس طرف

ابھی ہماری محبت کسی کو کیا معلوم — کسی کے دل کی حقیقت کسی کو کیا معلوم
یقیں تو یہ ہے کہ خط کا جواب لکھیں گے — مگر نوشتۂ قسمت کسی کو کیا معلوم
بظاہر ان کو حیادار لوگ سمجھے ہیں — حیا میں ہے جو شرارت کسی کو کیا معلوم
جناب داغ کے مشرب کو ہم سے تو پوچھو — چھپے ہوئے ہیں یہ حضرت کسی کو کیا معلوم

ن

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں — کچھ اشارے سر دیوار ہوا کرتے ہیں

دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں — جانے والی چیز کا غم کیا کریں
معرکہ ہے آج حسن و عشق کا — دیکھیے وہ کیا کریں ہم کیا کریں

ایک ساغر پہ ہے اپنی زندگی رفتہ رفتہ اس سے بھی کم کیا کریں
آئینہ ہے اور وہ ہیں دیکھئے فیصلہ دونوں پہ باہم کیا کریں

ہماری طرف اب وہ کم دیکھتے ہیں وہ نظریں نہیں جن کو ہم دیکھتے ہیں
غنیمت ہے چشم تغافل بھی ان کی بہت دیکھتے ہیں جو کم دیکھتے ہیں

اس ادا سے وہ جفا کرتے ہیں کوئی جانے کہ وفا کرتے ہیں

خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں
رہرو راہِ محبت کا خدا حافظ ہے اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

دم نہیں دل نہیں دماغ نہیں کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں
بات کرنا تو بار ہے تم کو بات سننے کا بھی دماغ نہیں
کھوج ملتا ہے ہر مسافر کا عمر رفتہ کا کچھ سراغ نہیں
داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں

کچھ دیکھ رہے ہیں دلِ بسمل کا تڑپنا — کچھ غور سے قاتل کا ہنر دیکھ رہے ہیں

ان کے اک جاں نثار ہم بھی ہیں — ہیں جہاں سو ہزار ہم بھی ہیں
خواہشِ بادۂ طہور نہیں — ایسے پرہیزگار ہم بھی ہیں

اس نہیں کا کوئی علاج نہیں — روز کہتے ہیں آپ آج نہیں
آئینہ دیکھتے ہی اترائے — پھر یہ کیا ہے اگر مزاج نہیں
دلِ بے مدعا خدا نے دیا — اب کسی شے کی احتیاج نہیں
دل لگی کیجیے رقیبوں سے — اس طرح کا مرا مزاج نہیں

و

واعظ بڑا مزا ہو اگر یوں عذاب ہو
دوزخ میں پاؤں ہاتھ میں جامِ شراب ہو
میں بوالہوس نہیں جو سزاوارِ لطف ہوں
میرے نہ ہے نصیب جو مجھ پہ عذاب ہو

ی

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی   چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

تم نے دل کی بات کیوں کیسی سُنی   ہم نے یہ روداد کیوں کیسی کہی

مانگتے تھے میرے ملنے کی دعا   وہ بھی سُن ہیں یاد کیوں کیسی کہی

ہم نے تجھ سے آج اپنی آرزو   بے کئے فریاد کیوں کیسی کہی

تو بھی ایسے ناصح کسی پہ جان دے   ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی

داغ تجھ کو باغِ جنت ہو نصیب   خانماں برباد کیوں کیسی کہی

نکالو داغ کو اپنے مکاں سے   یہ دیوانہ چلا آیا کہاں سے

چلے بے راہ اکثر رہروِ شوق   بچی جاتی ہے منزل کا نشاں سے

تم تو دلدار وفادار ہو تو کیا کہنا   منصفی شرط ہے کیوں ہم نے نباہی کیسی

دلِ برباد میں اڑتی ہے اب خاک   یہ بستی غیرتِ جنت کبھی تھی

لطف وہ عشق میں پائے ہیں کہ جی جانتا ہے
رنج بھی ایسے اٹھائے ہیں کہ جی جانتا ہے

جو زمانے کے ستم ہیں وہ زمانہ جانے
تو نے دل اتنے ستائے ہیں کہ جی جانتا ہے

مسکراتے ہوئے وہ مجمعِ اغیار کے ساتھ
آج یوں بزم میں آتے ہیں کہ جی جانتا ہے

کعبہ و دیر میں پتھرا گئیں دونوں آنکھیں
ایسے جلوے نظر آتے ہیں کہ جی جانتا ہے

دوستی میں تری در پردہ ہمارے دشمن
اس قدر اپنے پرائے ہیں کہ جی جانتا ہے

داغِ وارفتہ کو ہم آج ترے کوچے سے
اس طرح کھینچ کے لائے ہیں کہ جی جانتا ہے

تم لبھاتے ہو بار بار کسے   ایسی باتوں کا اعتبار کسے
داغ کو دو ہی دن میں بھول گئے   آپ کہتے تھے جاں نثار کسے

کام رکنے کا نہیں اے دلِ ناداں کوئی | خود بخود غیب سے ہو جائیگا ساماں کوئی

تھا ابھی چشمِ تصور میں نمایاں کوئی | ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے پنہاں کوئی

آنکھ میں آنکھ تو ڈالی نہیں جاتی ظالم | دل میں دل ڈال دے کسطرح سے انساں کوئی

مٹ چکی ہے خلشِ دل مگر اب بھی اے داغ | پھانس کسطرح کھٹک جاتا ہے ارماں کوئی

دیئے داغ نے امتحاں کیسے کیسے | مٹائے ہیں ان کے گماں کیسے کیسے

نشیب و فراز ان کو سمجھائے کیا کیا | ملائے زمیں آسماں کیسے کیسے

ہوئیں ان سے غمازیاں کیسی کیسی | بنے تھے مرے رازداں کیسے کیسے

وہ جب اوپرے دل سے کرتے ہیں وعدہ | تو کھاتی ہے پلٹے زباں کیسے کیسے

بنایا کئے مجھ کو مجرم وہ ناحق | ملایا کئے ہاں میں ہاں کیسے کیسے

نہ آثارِ عشرت نہ سامانِ راحت | نشاں سے ہوئے بے نشاں کیسے کیسے

نہ مانی نہ مانی مری بات اس نے | ہوئے دوست ہم داستاں کیسے کیسے

سکھانے پڑھانے کو ہیں دوست دشمن | یہاں کیسے کیسے وہاں کیسے کیسے

کھلائے ہیں گل نوکِ مژگاں نے کیا کیا | بنائے ہیں دل پرنشاں کیسے کیسے

گئے دیدہ و دل بھی ہمراہِ قاصد | روانہ ہوئے ارمغاں کیسے کیسے

میرے ساتھ غیر ہیں یہ بھی آفت آئی	نکالے گئے مہماں کیسے کیسے
گذرگاہِ ارمان و حسرت ہوا دل	گذرتے رہے کارواں کیسے کیسے
شکایت حکایت ہی میں رات گذری	رہے تذکرے درمیاں کیسے کیسے
وطن سے چلے داغ جب ہم دکن کو	چھٹے اہلِ ہندوستاں کیسے کیسے

پوچھتے ہیں وہ مزاج اچھا تو ہے	مار رکھنے کا علاج اچھا تو ہے
یاسِ کُلّی وجہِ استغنا ہوئی	جب نہ ہو کچھ احتیاج اچھا تو ہے
دل نہ ٹھہریگا تو کیا ٹھہرے گا عشق	قلب کا یہ اختلاج اچھا تو ہے
داغ کو دی ہے تسلی آپ نے	واقعی وہ کل سے آج اچھا تو ہے

اس لئے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے

یہ نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے

ہم نے آتے ہی یہ محفل میں تماشا دیکھا

غیر کے ہوش اُڑے آپ کے ارمان گئے

بندۂ عشق ہوا ایسے کہ الٰہی توبہ

تم تو معشوق کو اے داغ خدا مان گئے

اے داغ سب زمانۂ ماضی کے ذوق شوق   یک بار دل سے محو و فراموش ہو گئے

اس نے جب اک نگاہ دیکھا ہے   حال دل کا تباہ دیکھا ہے
مجھ کو بے جرم کیوں سزا ملتی   کچھ نہ کچھ تو گناہ دیکھا ہے
ساتھ اس صحبت کے اہل تقوے کو   صورت گرد راہ دیکھا ہے
آئینہ دیکھ دیکھ کر تم نے   کیا سفید و سیاہ دیکھا ہے
واقعی ہم نے تیرے کوچے میں   داغ کو گاہ گاہ دیکھا ہے

ساتھ شوخی کے کچھ حجاب بھی ہے   اس ادا کا کہیں جواب بھی ہے
عشق میں ہے متاع درد کی قدر   یہ گراں بھی ہے انتخاب بھی ہے
عشق بازی کو ہے سلیقہ شرط   یہ گنہ بھی ہے پر ثواب بھی ہے
کچھ مجھے یاس کچھ مجھے امید   صبر کے ساتھ اضطراب بھی ہے
دل ہمارا ہے تشنۂ مقصود   دشت میں بحر کا سراب بھی ہے
سے جہنم ہے اک تری رنجش   اس پہ طرہ کوئی عذاب بھی ہے
ہوش میں ہو تو کچھ کہیں تم سے   نشہ بھی ہے خمار خواب بھی ہے

داغ کا کچھ پتہ نہیں ملتا　　کہیں وہ خانماں خراب بھی ہے

مل گئی بے خودی شوق میں راحت کیسی　　ہو گئی دونوں جہاں سے مجھے فرصت کیسی
ایک دل لاکھ خیال ایک نظر لاکھ جمال　　کوئی دیکھے تو یہ کثرت میں ہے وحدت کیسی
عکس بھی آئینے میں چار گھڑی بعد آیا　　بڑھ گئی حد سے سوا ان کی نزاکت کیسی
خار خار سر بستر سے نہ چھوٹا دامن　　رہی کانٹوں میں الجھ کر شب فرقت کیسی
خوار ہیں عشق کا رتبہ کوئی ہم سے پوچھے　　ایسی ذلت کی کیا کرتے ہیں عزت کیسی
امتحاں اور بھی باقی ہیں وہ یوں مرتے ہیں　　یہ بھی انداز ہے مجھ سے انھیں نفرت کیسی
دوست یکرنگ تھے اک جا کہیں مل بیٹھے ہیں　　لطف کیسا ہو گذر جاتی ہے صحبت کیسی
میں جو خاموش ہوں یہ صرف تمہارا ادب ہے　　ورنہ ہر بات الگ تیری شکایت کیسی
جھڑکیاں دیتے ہو تم جذبہ دل کی اے داغ　　بندہ پرور یہ سمجھتا ہیں حکومت کیسی

آپ ہی جور کریں آپ ہی پوچھیں مجھ سے　　یہ تو فرمایئے ہے آج طبیعت کیسی
اب تو دن رات ہمیں ان کا رہا تھا جھگڑا　　ہار دی حضرت دل آپ نے ہمت کیسی
[illegible]　　ورنہ باقی ہے کسے سینے میں حسرت کیسی

بے محل بات بھلی بھی تو بری ہوتی ہے — شکر کرتے ہوئے ڈرتا ہوں شکایت کیسی
ٹھہریے ٹھہریے کہ نکل جائے ذرا جانِ حزیں — میں تو رخصت ہوا آپ کی رخصت کیسی
تھے کہاں رات کو آئینہ تو لے کر دیکھو — اور ہوتی ہے خطاوار کی صورت کیسی
نظر آتا ہے پری رو کوئی شوخ و شریر — گدگداتی ہے پھر اے داغ طبیعت کیسی

اطاعت میں اغیار خامی کرینگے — یہی بندہ پرور غلامی کریں گے
وہ کیا چارۂ تلخ کامی کریں گے — یہی نا کہ شیریں کلامی کریں گے
کرونگا جب اظہارِ رنجِ مصیبت — حمایت مری ان سے حامی کریں گے
کریں ہم دعا آپ سے توبہ توبہ — یہ کوشش کرینگے یہ شامی کریں گے
کوئی کچھ پڑھایا کرے بچوں کو — یہ بس یادِ اشعارِ جامی کریں گے
کہاں تک اٹھائیں یہ نازک مزاجی — کسی اور کی اب غلامی کریں گے
قیامت بھی مٹ جائیگی ہر قدم پر — قیامت کی وہ خوش خرامی کریں گے
مرے قتل کے روز میلا لگے گا — یہ جلسہ وہ اک دھوم دھامی کرینگے
عجب شان پر رحمتِ عام ہوگی — خوشی خاص بندوں پہ حامی کرینگے
نہ گھبراؤ تم داغ مطلب تمہارا — ادا سب یہ بالائی طلامی کرینگے

دل پریشان ہوا جاتا ہے — اور ساماں ہوا جاتا ہے
لذتِ عشقِ الٰہی مٹ جائے — درد ارمان ہوا جاتا ہے
مدد اے ہمتِ دشوار پسند — کام آسان ہوا جاتا ہے
چھائی جاتی ہے یہ وحشت کیسی — گھر بیابان ہوا جاتا ہے
آتشِ شوق بجھی جاتی ہے — خاک ارمان ہوا جاتا ہے
عذر جانے میں نہ کر اے قاصد — تو بھی نادان ہوا جاتا ہے
داغ خاموش نہ لگ جائے نظر — شعر دیوان ہوا جاتا ہے

غیر سے میری طرف داری ہے — یہ نئی طرح کی عیاری ہے
ان کو وعدے میں بھی دشواری ہے — مجھ کو ایک ایک گھڑی بھاری ہے
اتنی ہی رات ہے جتنی سمجھو — یہی آدھی ہے یہی ساری ہے
داغ دشمن سے بھی جھک کر ملیے — کچھ عجب چیز ملنساری ہے

نگہ نکلی نہ دل کی چور زلفِ عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے کھینچ مارا زباں سے آفریں نکلی

بجا اے حضرتِ واعظ کہاں دنیا کہاں جنّت
نرالی آن بانکی وضع جب نکلی یہیں نکلی

مری طبعِ رواں اے داغ جس دم جوش پر آئی
وہی پانی ہوئی جو شعر کی بنجر زمیں نکلی

عرضِ احوال کو گلا سمجھے — کیا کہا میں نے آپ کیا سمجھے
ان اشاروں کو کوئی کیا سمجھے — نگہِ ناز سے خدا سمجھے
وعدہ کرنا پھر اس خوشی کے ساتھ — ہم تو اس کو بھی اک ادا سمجھے
چلتے چلتے وہ کہہ گئے مجھ سے — ہم تجھے مطلب آشنا سمجھے
پردے پردے میں گالیاں دے کر — مجھ سے وہ پوچھتے ہیں کیا سمجھے
اپنے بے چین دل سے آ گئے ہم — اس کی شوخی کو بھی حیا سمجھے
ان کنایوں کو اپنے تم سمجھو — بات وہ ہے جو دوسرا سمجھے
کیا یقیں ہے مری محبت کا — وہ شکایت کو التجا سمجھے

تو پرائی سمجھ پہ کام نہ کر — رمزِ الفت کو غیر کیا سمجھے
دل نے سمجھا ہے دوست دشمن کو — ایسے نافہم کو خدا سمجھے
آدمیت کی شرط ہے اے داغ — خوب اپنا برا بھلا سمجھے

ہم اگر مانگیں تو اے زاہد یہ بیشک ہے گناہ
بے طلب رکھ دے کوئی بھر کے جو ساغر سامنے

دل کو کیا ہو گیا خدا جانے — کیوں ہے ایسا اداس کیا جانے
اس تجاہل کا کیا ٹھکانا ہے — جان کر جو نہ مدّعا جانے
کہہ دیا میں نے رازِ دل اپنا — اس کو تم جانو یا خدا جانے
کیا غرض کیوں ادھر توجہ ہو — حالِ دل آپ کی بلا جانے
جانتے جانتے ہی جانے گا — مجھ میں کیا ہے ابھی وہ کیا جانے
کیا ہم اس بدگماں سے بات کریں — جو ستائش کو بھی گلا جانے
تم نہ پاؤ گے سادہ دل مجھ سا — جو تغافل کو بھی حیا جانے
نہیں کوتاہ دامنِ امید — آگے اب دستِ نارسا جانے

سینکڑوں ملتے ہیں الزام کے دینے والے — ایک وہ بھی نہیں آرام کے دینے والے
اس خرابات سے وہ اہلِ خرابات گئے — جام بھر کر مئے گلفام کے دینے والے
اب مرے سامنے خاموش ہیں کیوں کیا باعث — لبِ گستاخ سے دشنام کے دینے والے

لذتِ سیر و گرہ چشمِ تمنا لے گی — ایک بار اور بھی دنیا ابھی بلپٹا لے گی
نہ کریں میرے لئے حضرتِ ناصح تکلیف — خود طبیعت دلِ بیتاب کو سمجھا لے گی

جب سے لبی ہوئی کسی گلگوں قبا میں ہے
بس کیا کہوں کہ نکہتِ گل کس ہوا میں ہے
خالی نہیں ہے ان کی شرارت سے شرم بھی
جو کچھ بچی ادا سے وہ شوخی حیا میں ہے
یہ وحشتِ مزاج نہ اس وقت رنگ لائے
دامن قبول کا مرے دستِ دعا میں ہے
آسودگانِ خاک کی آہیں لگی نہ ہوں
دامن ورم خرامِ ترا کس ہوا میں ہے

اب دیکھئے جو داغ کو وہ داغ ہی نہیں
سب رنگ چھوڑ چھاڑ کے یادِ خدا میں ہے

اے داغ ان کی رنجشِ بے جا کا کیا علاج　　اپنے قصور پر بھی تو مجھ سے ملال ہے

ڈھونڈھتے پھرتے ہیں اک عالم میں شیدائی تجھے
لگ گئی کس کی نظر اے حسنِ زیبائی تجھے

دل لے ہی چکے ناز سے شوخی سے ہنسی سے　　اب ان کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے
آئینے میں کیا دیکھتے ہو اپنی ادائیں　　اس ناز اس انداز کو پوچھو مرے جی سے
ہوں محوِ تصور مری باتوں پہ نہ جاؤ　　کچھ بیخودئ شوق میں کہتا ہوں کسی سے

نیرنگئ اندازِ ستم کو کوئی سمجھے　　دل تنگئ مردانِ خدا کو کوئی دیکھے
جو دیکھنے ہیں چشمِ تحیر سے تراحسن　　ان دیکھنے والوں کی ادا کو کوئی دیکھے
اے داغ سنے ہیں بہت اگلے تو فسانے　　کیا حال ہے اب اہلِ وفا کو کوئی دیکھے

وعدے پہ ان کی بات بنائی ہوئی سی ہے
کھائی ہے وہ قسم کہ جو کھائی ہوئی سی ہے

چھایا ہوا ہے بزم عدو کا خمار سا
آنکھوں میں تیری نیند سمائی ہوئی سی ہے

افسردہ خاطری میں بھی ہے آگ شوق کی
پوری بجھی نہیں یہ بجھائی ہوئی سی ہے

تم دل سے مہربان ہو اس کا یقیں نہیں
یہ طرزِ التفات اڑائی ہوئی سی ہے

دستِ فلک سے ہائے مری سرنوشت بھی
موہوم اک لکیر مٹائی ہوئی سی ہے

میرا نشان کوچۂ جاناں میں دیکھئے
اک مشتِ خاک وہ بھی اڑائی ہوئی سی ہے

رنگت اڑی ہوئی ہے یہ کیا آج داغ کی
چہرے پہ مردنی بھی تو چھائی ہوئی سی ہے

اب کیوں نہ کروں نالہ مجھے ڈر تو نہیں ہے
یہ عرصۂ محشر ہے ترا گھر تو نہیں ہے

پھر قصدِ صنم خانہ کیا داغ جو تو نے
کمبخت ترے پاؤں میں چکر تو نہیں ہے

جمع ہیں پاک اک زمانے کے
ہائے جلسے شراب خانے کے

ذکر بے فائدہ نہ کر واعظ
اس زمانے میں اس زمانے کے

کعبہ و دیر میں دھرا کیا ہے
گرد ہیں تیرے آستانے کے

دل میں عاشق کے تصور سے کھٹک ہوتی ہے ۔۔۔ ان حسینوں کی غضب نوک پلک ہوتی ہے
جلوہ بے پردہ تو ہوتا ہے فقط ہوش ربا ۔۔۔ وہ قیامت ہے جو چلمن کی جھلک ہوتی ہے
اس نزاکت پہ سنے کیا وہ ہماری فریاد ۔۔۔ غنچہ چٹکے تو کہے سر میں دھمک ہوتی ہے
ہاتھ رکھ لیتے ہیں وہ ڈر کے کمر پر اپنی ۔۔۔ شاخِ گلبن میں ہوا سے جو لچک ہوتی ہے

اچھی کہی کہ عشق میں بیمار کیوں ہوئے ۔۔۔ اچھوں کے آپ درپئے آزار کیوں ہوئے

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے ۔۔۔ دل لگی کا یہی مزا بھی ہے
زندگی اور اس زمانے کی ۔۔۔ ایسے جینے کا کچھ مزا بھی ہے
تو نے پوچھا نہ ایک دن ہم سے ۔۔۔ کچھ ترے دل میں مدعا بھی ہے
رمزِ الفت بتائیے نہ مجھے ۔۔۔ آپ سے کوئی پوچھتا بھی ہے
کچھ ہے بے جا عتاب بھی ان کا ۔۔۔ کچھ یونہی سی مری خطا بھی ہے
ہاں ذرا پھر قسم تو کھا لیجے ۔۔۔ آج کل جھوٹ میں مزا بھی ہے
حالِ دل کب ادا ہوا اپنا ۔۔۔ کچھ کہا بھی ہے کچھ رہا بھی ہے
اس کو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں ۔۔۔ داغ کا نام دوسرا بھی ہے

مٹے داغ دل آرزو رہ گئی — چمن اڑ گیا اور بو رہ گئی
کہاں دل میں اب آرزو رہ گئی — وہ مدت سے بن کر لہو رہ گئی
شب وصل کی کیا کہوں داستاں — زباں تھک گئی گفتگو رہ گئی
چلے ہم تری بزم سے تشنہ کام — تمنائے جام و سبو رہ گئی
بہت چل بسے یار اے زندگی — کوئی دن کی مہماں تو رہ گئی
کہاں سے کہاں لے گیا ہم کو شوق — مگر رہ گئی جستجو رہ گئی
دکھا کر جھلک کون چلتا ہوا — نظر ڈھونڈتی چار سو رہ گئی
گیا دل گیا داغ اس بزم میں — غنیمت ہوا آبرو رہ گئی

وہ دل لیکے چپکے سے چلتے ہوئے — یہاں رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے
محبت میں ناکامیوں سے خبر — بہت کام دیکھے نکلتے ہوئے
ذرا داغ کے دل پہ رکھو تو ہاتھ — بہت تم نے دیکھے ہیں جلتے ہوئے

وہ لیتے ہیں چٹکی دم گفتار ذرا سی — کیا دل کو مزا دیتی ہے تکرار ذرا سی
زاہد مری خاطر سے مسلمان سمجھ کر — دل توڑ نہ پی لے تو مرے یار ذرا سی

زاہد کو روزِ حشر بڑی امتحان کی　　　پیرِ مغاں نے خلد میں جا کر دکان کی
قاصد بھی اس کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا　　　پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

رہے گا عشق ترا خاک میں ملا کے مجھے　　　کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے
طریقِ مہر و وفا میں کمی کیئے ہی بنی　　　خیال تھا وہ نہ پچھتائے آزما کے مجھے
ستم تو یہ ہے کہ پھر اس خوشی کی قدر نہیں　　　تم اپنے دل میں ہو خوش کس قدر ستا کے مجھے

غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا
تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے

گلزار

صبر لے زاہدِ نافہم نہ مے خواروں کا
بخشنے والا بھی دیکھا ہے گنہ گاروں کا

ڈر گئے نام شناس کے نہ ہے خواہشِ مرگ
منہ ذرا سا نکل آیا ترے بیماروں کا

سرِ شوریدہ کی تسکین وہیں ہوتی ہے
مجھ پہ احسان ہے اس کوچے کی دیواروں کا

گر میرے بتِ ہوش ربا کو نہیں دیکھا
اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

زاہد سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے
کعبے میں کبھی قبلہ نما کو نہیں دیکھا

اتنا تو بتا دے مجھے اے ناصحِ مشفق
دیکھا ہے کہ اس ماہ لقا کو نہیں دیکھا

ایسی نظرِ شوخ میں تمکیں نہیں دیکھی
اس طرح تغافل میں حیا کو نہیں دیکھا

اغیار کے نالے تو بہت تم نے سنے ہیں
مظلوم کی تاثیرِ دعا کو نہیں دیکھا

یہ اس کو رہی خاک نشینوں سے کدورت
اپنے بھی تو نقشِ کفِ پا کو نہیں دیکھا

افسوس کہ فرصت میں کبھی غور سے تم نے ۔۔۔ افسانۂ اربابِ وفا کو نہیں دیکھا
جب داغ کو ڈھونڈا کسی تھانے میں پایا ۔۔۔ گھر میں کبھی اِس مردِ خدا کو نہیں دیکھا

آج راہی جہاں سے داغ ہوا ۔۔۔ خانۂ عشق بے چراغ ہوا
کیا نشانِ وفا بھی اے ظالم ۔۔۔ دلِ گم گشتہ کا سراغ ہوا
ایسی کیا بو سما گئی تم کو ۔۔۔ ہم سے جو اس قدر دماغ ہوا
نہ مٹا نقشِ عنبریں سے ترے ۔۔۔ یہ بھی کیسے ہی دل کا داغ ہوا
دلِ پرخوں مگر ہے جامِ طلسم ۔۔۔ کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا
کیا اثر ہے کہ غنچۂ تصویر ۔۔۔ اسکے ہنسنے سے باغ باغ ہوا
صبح وہ داغ دے گئے مجھ کو ۔۔۔ دن کو روشن مرا چراغ ہوا
ہرزہ گردی میں ٹھوکروں سے مری ۔۔۔ چاک دامانِ کوہ و راغ ہوا
آسماں گر گیا نظر سے مری ۔۔۔ عرش پر جب ترا دماغ ہوا
حالِ فردوس سن لیا زاہد ۔۔۔ وہ بھی کیا بے نظیر باغ ہوا

بعد استاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلامِ داغ ہوا

ثباتِ بحرِ جہاں میں اپنا فقط مثالِ حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

جو راہ میں تیری آکے بیٹھے وہ فکرِ دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا

پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھوں تو جب بھی غش تھے
ہم اسکی آنکھوں کے صدقے جس نے وہ جلوہ بے حجاب دیکھا

جو تجھکو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکداں ہم نے خاک پایا
جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تمام عالم خراب دیکھا

شرابِ غفلت سے داغ غش تھے دکھائے غفلت نے کیا تماشے
کہ سوتے سوتے جو چونک اٹھے مگر کوئی تم نے خواب دیکھا

آخر کو عشق کفر سے ایمان ہو گیا — میں بت پرستیوں سے مسلمان ہو گیا
اس غنچہ میں سمائی ہے وحشت برنگِ بو — دل کتنی تنگیوں پہ بیابان ہو گیا

مے تو حلال ہے جو پئے ڈھب سے بادہ نوش
میں توبہ کرکے اور پشیمان ہو گیا

دل لے کے اسکی بزم میں جایا نہ جائیگا — یہ مدعی کی بغل میں چھپایا نہ جائے گا
دل کیا ملاؤگے کہ ہمیں ہو گیا یقیں — تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا
زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا — بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

یوں وہ پیغام سے تو آئے گا — غیر کے نام سے تو آئے گا
شب ہجراں سے موت بہتر ہے — خواب آرام سے تو آئے گا
یوں نہ آئیگا ہاتھ اگر وہ صنم — ترکِ اسلام سے تو آئے گا
لے ہی تو آئینگے اسے ہمدم — میرے ہی نام سے تو آئے گا
ساقیا مجھ سے بادہ کش کو سرور — ایک ہی جام سے تو آئے گا
چھپ رہینگے جناب وہ کبتک — غصہ الزام سے تو آئے گا
دل کا آنا ہے کام کا جسا نا — جائے گا کام سے تو آئے گا
کبھی اپنا بھی روز خوش اے داغ — دورِ ایام سے تو آئے گا

ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا —
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

کہاں کا آنا کہاں کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا

لئے تو چلتے ہیں حضرتِ دل تمہیں بھی اس انجمن میں لیکن
ہمارے پہلو میں بیٹھ کر تم ہمیں سے پہلو تہی نہ کرنا

وہ اک ہمارا طریقِ الفت کہ دشمنوں سے بھی مل کے چلنا
یہ ایک شیوہ ترا ستمگر کہ دوست سے دوستی نہ کرنا

ترا اک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر — پھر اس پہ صبر آتا ہائے دل امیدواروں کا
تمہیں چاہا اگر چاہا خطا الفت پہ ٹھہرے گی — تمہیں دیکھا اگر دیکھا گنہ امیدواروں کا

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا بھی نہیں — آپ کے ملنے کا ہوگا جسے ارماں ہوگا

رات بھر کہتے رہے تم داغ ان سے حالِ دل — ایک شب میں اس قدر اخلاص باہم ہو گیا

کی ترک مے تو مائلِ پندار ہو گیا — میں توبہ کر کے اور گنہگار ہو گیا

اک حرفِ آرزو پہ وہ مجھ سے خفا ہوئے — اتنی سی بات کہہ کے گنہگار ہو گیا

سو حشر ہیں تو آئیں گیا ایک دل گیا — ملنا تھا جو مجھے مری قسمت کا مل گیا

نہیں معلوم اک مدت سے قاصد حال کچھ واں کا
مزاج اچھا تو ہے یا دشمنِ بخیر اس آفتِ جاں کا
یہ کیا ہے آج غیروں سے مری تعریف ہوتی ہے
یہ کیا ہے خود بیاں ہوتا ہے اپنے جورِ پنہاں کا
بنا کر اپنا دیوانہ الگ بچ کر چلے جب تا
ہمیں لینا ہے بدلا تیرے دامن سے گریباں کا
مریضِ جاں بلب دیکھے ہیں پر ایسے نہیں دیکھے
خدا حافظ نہیں ہوتا ترے بیمارِ ہجراں کا
سرِ محفل مجھی سے تجھ کو ظالم پردہ کرنا تھا
پھر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھانکا

مزا ہر ایک کو تازہ ملا ہے عشقِ جاناں کا   نگہ کو دیدہ کا لب کو فغاں کا دل کو ارماں کا

کسی کی شرم آلودہ نگاہوں میں یہ شوخی ہے   اسے دیکھا اسے دیکھا ادھر تاکا ادھر جھانکا

مری تقدیر کی برگشتگی سب میں بری ٹھہری   حسینوں کیلیے اک حسن ہے برگشتہ مژگاں کا

کھنچا ہے ایک دستِ آرزو نے از دو جانب   زلیخا کے جگر تک جا کے پہنچا چاک یوسف کے داماں کا

رہی الجھی ہمارے دل ہی دل میں گفتگو جب تک   مزا آتا رہا کیا کیا شکایت ہائے پنہاں کا

ہمارے داغِ عصیاں داغ کیا کیا رنگ لائینگے   گماں گزرے گا مدفن پر ہمارے صحنِ گلستاں کا

اس طرف بھی جفا اہم کرتا تھا   زندہ رہنے کا نام کرتا تھا

تھی نہ تابِ ستم تو حضرتِ دل   عاشقی کو سلام کرتا تھا

بلا سے اضطرابِ درد ہی بن کر ٹھہر جانا   کسی صورت سے تم رہنا ہمارے دل میں گھر کر رہنا

کچھ تو تھی بات کہ ناصح نے زبانی کچھ بات   کچھ تو سمجھا جو نہ کچھ سمجھے دلِ ناداں سمجھا

سہل ہونا مری مشکل کا بہت مشکل تھا

کام دشوار وہ نکلا جسے آساں سمجھا

اس پپیہے نے تمہارا نام اور بھی نکالا — یہ بھی کوئی حیا ہے جو نام ہو حیا کا

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا — تمام رات قیامت کا انتظار کیا

ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشکبار کیا — تسلیاں مجھے دے دے کے بیقرار کیا

تمہیں تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا — یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا

ہم ایسے محوِ نظارہ نہ تھے جو ہوش آتا — مگر تمہارے تغافل نے ہوشیار کیا

کچھ آگئی داورِ محشر سے ہے امید مجھے — کچھ آپ نے مرے کہنے کا اعتبار کیا

بھلا بھلا کے جتایا ہے ان کو رازِ نہاں — چھپا چھپا کے محبت کو آشکار کیا

فسانۂ شبِ غم ان کو اک کہانی تھی — کچھ اعتبار کیا کچھ نہ اعتبار کیا

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک داغِ سیاہ — جو چہرہ داغِ سیہ رو نے آشکار کیا

زلفِ سیہ کو تم نہیں سنبھال — بوجھ نہ یہ موئے کمر پہ گرا

شوق نے آوارہ کیا تھا مجھے — خیر ہوئی میں ترے در پہ گرا

خوب اٹھا جو تری رہ میں اٹھا — خوب گرا جو ترے در پہ گرا

صاعقہ اس کی نگہ شوخ کا — دل جو بچایا تو جگر پہ گرا

جان جاتی دکھائی دیتی ہے — ان کا آنا نظر نہیں آتا
دل نے اس بزم میں بٹھا تو دیا — اُٹھ کے جانا نظر نہیں آتا
رہے مشتاقِ جلوۂ دیدار — ہم نے مانا نظر نہیں آتا
تم ملاؤ گے خاک میں ہم کو — دل ملانا نظر نہیں آتا
تو نے جس دن سے کی مسیحائی — کوئی اچھا نظر نہیں آتا

یہ دل تو وہ ہے کہ میں جس سے دردمند ہوا — یہ کیا پسند کیا تم نے۔ کیا پسند ہوا
مجھے تو شیوۂ آزادگی کمند ہوا — کہ دامِ قطعِ تعلق میں پا بہ بند ہوا

عرضِ وفا پہ دیکھنا اس کی ادائے دلفریب — دل میں کچھ اعتبار سا آنکھ میں کچھ ملال سا
سینے میں اب کہاں وہ جوش وہ بھی تھا اک ابال سا — بیٹھ گیا کچھ اٹھتے ہی چھوڑ گیا خیال سا
اس کی لچک پہ ہم فدا اس کی ادا پہ دل نثار — ہائے وہ شاخ سی کمر ہائے وہ قد نہال سا
باندھ دیا تھا ہم نے خود زلف میں اسکی اپنا دل — رکھ نہ سکے وہ اس کو بھی ٹال دیا وبال سا

نہ کبھی جیب پہ خجالت سے یہاں سر نکلا — قیس دیوانہ نہ تھا جو آپ سے باہر نکلا

نام اس کا ترے دل میں نہاں تھا ناصح ہائے کمبخت ترے منہ سے یہ کیونکر نکلا

آفریں داغ تجھے خوب نباہی تو نے مرحبا کوچۂ دلدار سے مر کر نکلا

طور کیوں خاک ہوا نور تو نادیدہ تھا ناز تھا حضرت موسیٰ سے وہ دیدار نہ تھا

ذکر غیروں سے مجھے آگ لگی جاتی ہے گرچہ ظاہر ہے تمہارا وہ طلبگار نہ تھا

یاد آتے ہیں حسینوں کو وہ انداز جفا یا کوئی اگلے زمانے میں جفاکار نہ تھا

بات کیا چاہیے جب مفت کی حجت ٹھہری اس گنہ پر مجھے مارا کہ گنہگار نہ تھا

سحر تھا پر چشم فسوں ساز کہ ملتے ہی نظر میں نے پہلو میں جو دیکھا تو دل زار نہ تھا

لباس زہد کب آلودۂ شراب نہ تھا خراب آج ہوا آج تک خراب نہ تھا

ہمارے شوق پہ الزام بے قراری کا تمہاری برق تجلی کو اضطراب نہ تھا

شب فراق میں تھی روز سیاہ کی ظلمت چراغ لے کے بھی ڈھونڈا تو آفتاب نہ تھا

وہ چھپ گئے تو قیامت بپا ہوئی ہر طرف ٹھہر گئے تو زمانے کو انقلاب نہ تھا

سنا انہوں نے شب غم کا ماجرا ہنس کر تمہیں تو آج کی شوخی تھی اضطراب نہ تھا

اگرچہ بادہ کشی تھی گناہ اے زاہد جو تجھ سے چھین کے پیتا تو کچھ عذاب نہ تھا

ہزار شکر مری چشمِ تر نے ساتھ دیا　　نہ عدم میں کہیں ایک قطرۂ آب نہ تھا
سنا کلام جو زندوں کا شیخ گھبرایا　　وہاں تو بات کا چھینٹا بھی بے شراب نہ تھا

کیونکہ اس کی نگہِ ناز سے جینا ہوگا　　زہر دے اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہوگا
چاکِ دل تیغِ تغافل سے کیا ہے تم نے　　رشتۂ تارِ نظر سے اسے سینا ہوگا
تیرا وہ روز کا وعدہ بھی نہیں حشر سے کم　　ایک اک دن مجھے اک ایک مہینا ہوگا
چین دیتے نہیں وہ داغؔ کسی طرح مجھے　　میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہوگا

شبِ غم بھی گزر ہی جائے گی　　نہ رہے گا نہ ایک حال رہا
دل ہمارا وہ چیز ہے جس کا　　لبِ معشوق پہ سوال رہا
داغؔ نے حالِ دل کہا ان سے　　کچھ بھی کمبخت کو خیال رہا

ہم نے انکے سامنے پہلے تو خنجر رکھ دیا　　پھر کلیجا رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا
قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی　　سامنے مہمان کے جو تھا میسّر رکھ دیا
کہتے ہیں لیجئے وفا آتی ہے ان پھولوں سے آج　　دل جو ہم نے لالہ و گل میں ملا کر رکھ دیا

زندگی میں پاس سے دم بھر نہ ہوتے تھے جدا　　قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھ دیا

دیکھئے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کس کس کی نگاہ　　روزنِ دیوار میں ظالم نے پتھر رکھ دیا

زلف خالی ہاتھ خالی کس جگہ ڈھونڈیں اسے　　تم نے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں　　حالِ دل کمبخت نے سب ان کے منہ پر رکھ دیا

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام　　تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغِ حزیں کیوں ایسی　　مجھ کو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا

دیکھنا حشر میں جب تم پہ مچل جاؤں گا　　میں بھی کیا وعدہ تمہارا ہوں کہ ٹل جاؤں گا

آؤ مل جاؤ کہ یہ وقت نہ پاؤ گے کبھی　　میں بھی ہمراہ زمانے کے بدل جاؤں گا

جلوۂ یار ہے گر ہوش ربا اے ناصح　　میں تجھے لے کے گروں گا تو سنبھل جاؤں گا

ہمارے دل کے ہوتے طورِ سینا کو جلانا تھا؟
تری برقِ تجلی نے کسے پھونکا کہاں پھونکا؟

جہاں میں کیا نہ ڈھونڈا کیا نہ پایا — مزاج ان کا دماغ ان کا نہ پایا

ہم اسکی بزم میں کھوئے گئے ہیں — رقیبوں نے ہمیں پایا نہ پایا

اگرچہ قیس نے عشق و جنوں کا — مزا پایا مگر ایسا نہ پایا

قیامت کا کیا ہے اس نے وعدہ — قیامت ہے اگر تنہا نہ پایا

سفارش تیری ہم کرتے پر اے داغ — کچھ ان کا تجھ سے رخ اچھا نہ پایا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا — کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

یہ مزا تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی — نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

جلوہ دیکھا تیری رعنائی کا — کیا کلیجہ ہے تماشائی کا

یاد آتا ہے وہ رسوا کر کے — رنج کرنا مری رسوائی کا

اب تصور سے بھی گھبراتا ہوں — کیا مزہ ہے مجھے تنہائی کا

منہ سے بولے تو کہا آئینہ — کھیل کھیلے تو خود آرائی کا

ضعف نے دل کو تڑپنے نہ دیا — ہو گیا نام شکیبائی کا

ان کی شہرت بھی مٹی جاتی ہے — کیا کھٹکا نا مری رسوائی کا

کیا تصور بھی نہ آنے دے گی   منہ تو دیکھو شبِ تنہائی کا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا   جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

دیکھا ہے بتکدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ   ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں   لیکن اسے جتا تو دیا جان تو گیا

ہوش و حواس تاب و تواں داغ جا چکے   اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا

داغ کے نام سے نفرت ہے وہ جل جاتے ہیں   ذکر کمبخت کا آنے کو تو اکثر آیا

میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا   وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے   آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں   ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

اس قدر ناز ہے کیوں آپ کو یکتائی کا   دوسرا نام ہے وہ بھی مری تنہائی کا

رازِ دل کوئی کہے لاکھ میں کیونکر اپنا   داورِ حشر جدا چاہتا ہے محشر اپنا

داغ اس کا اٹھا اس کا غم ہجراں کس کا — سینہ اپنا جگر اپنا دلِ مضطر اپنا
کم نہ تھی شوخیٔ رفتار سے بیتابیٔ شوق — راہ میں پاؤں پڑا ان کے برابر اپنا
ہوگا نشانِ مہر و محبت یہیں کہیں — ڈھونڈو چراغ لے کے ہمارے مزار کا
اے چشمِ یار دیکھ تغافل سے باز آ — دل ٹوٹ جائے گا کسی امیدوار کا
اٹھنا ہی تیری بزم سے دشوار تھا مجھے — اس پر سنبھالنا دلِ امیدوار کا

جب تک کسی کی چاہ نہ تھی کیا سرور تھا — میرا ہی دل بغل میں مری رشکِ حور تھا
ہاں امتحانِ برقِ تجلی ضرور تھا — کیا میں نہ تھا اس آگ میں جلنے کو طور تھا
واعظ ترے لحاظ سے ہم سن کے پی گئے — کیا ناگوار ذکرِ شرابِ طہور تھا
ہم بوسہ لیکے ان سے عجب چال چل گئے — یوں بخشوا لیا کہ یہ پہلا قصور تھا
شب کو جو تم نہ آئے تو پہنچے کہاں کہاں — کیا طیشِ بدگماں کو ہمارے عبور تھا
کرنی پڑیں فراق میں تیمارداریاں — ہاتھوں میں ساری رات دلِ ناصبور تھا
اے داغ صدمۂ غمِ ہجراں بجا درست — یہ سب سہی مگر تمہیں جینا ضرور تھا

پورا ہوا نہ ایک بھی دل کا مسودا — مسودہ لاکھ بار قلم ہو کے رہ گیا

دل نے تری گلی سے نہ اٹھنے دیا مجھے　　سو بار قصدِ دیر و حرم ہو کے رہ گیا
واعظ سے ہم سے بحث رہی گھنٹے چار میں　　ذکرِ بہشت و خلد و ارم ہو کے رہ گیا
اے داغ ہم نہ دیکھ سکے روزِ حشر کچھ　　سر خجلتِ گناہ سے خم ہو کے رہ گیا

میں شوق میں بیخود ہوں وہ غیر سے کہتے ہیں　　کہہ دیتی ہے انساں کو بدمست شراب ایسا
جب خواب میں آتے ہو منہ مجھ سے چھپاتے ہو　　مشتاق سے ہو شرم ایسی عاشق سے حجاب ایسا

حنا کو رنگ نے مشہور گل کو بو نے کیا　　جہاں میں شہرہ تمہارا رخِ نکو نے کیا
ستم کیا تو مرے دل کی آرزو نے کیا　　مجال ہے یہ کہاں تجھ سے جور تو نے کیا
ہمیں زمانے میں بدنام تیری خو نے کیا　　دلِ فریفتہ جو کچھ کیا سو تو نے کیا
کھلا یہیں ان سے تو وہ داغ مجھ سے رکے　　خفا تو ان کو مری شرحِ آرزو نے کیا

خدا جانے کہے کیا جا کے قاصد　　دل اس سے پیشتر جائے تو اچھا
غضب ہے انتظارِ وعدۂ حشر　　یہیں کہہ کر مکر جائے تو اچھا
مبارک خضر کو ہو عمرِ جاوید　　یہ تھوڑی سی گذر جائے تو اچھا

نگاہِ یار دل کو لوٹتی ہے	یہ مہماں اپنے گھر جائے تو اچھا
وہ تکلیفِ عیادت کیوں کریں داغؔ	مری ان کو خبر جائے تو اچھا

عیش بھی اندوہ فزا ہو گیا	ہائے طبیعت تجھے کیا ہو گیا
یاد ہے کہنا وہ کسی وقت کا	ہوش میں آؤ تمہیں کیا ہو گیا
داغ وہ بہتر ہے جو مرہم بنا	درد وہ اچھا جو دوا ہو گیا
آپ سے اقرار کے سچے کہاں	وعدہ کیا اور وفا ہو گیا
یہ تو نہ تھی کوئی بگڑنے کی بات	حرفِ خوشامد بھی گلا ہو گیا
سامنے تم میرے چرائے ہوئے آنکھ	آئینہ کیا آج نیا ہو گیا
اے دلِ بیتاب خدا کی قسم	عشق میں جی تجھ سے برا ہو گیا
نالے نے تاثیر نہ کی روزِ حشر	وہ بھی شبِ غم کی دعا ہو گیا
سب مجھے دیوانہ بنانے لگے	لو وہ تمہارا ہی کہا ہو گیا
داغؔ قیامت میں یہ مژدہ سنے	جا تجھے فردوس عطا ہو گیا

ب

لوگ کہتے ہیں بنا دلّی بگڑ کر لکھنؤ   پر کہاں اے داغ اس اجڑے ہوئے گھر کا جواب

خون ہونے کو خاک ہونے کو   یا مرا دل ہے یا مرا مطلب
کبھی کہتا ہوں دل سے خوب کیا   کبھی کہتا ہوں کیوں کہا مطلب
بے غرض تھے تو لطفِ صحبت تھا   دشمنِ وضع ہو گیا مطلب
دل میں گھٹ گھٹ کے رہ گئی حسرت   لب پہ آ آ کے رہ گیا مطلب
حضرتِ داغ توبہ کرتے ہیں   کاش پورا کرے خدا مطلب

ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام و نشاں ہے اب   اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب
میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب   وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب
تم پارسا سہی مگر اتنا تو سوچ لو   کچھ دیکھ ہی لیا ہے جو دل بدگماں ہے اب

شعلہ رو سینکڑوں نظر آئے ہیں زمیں پر بھی آفتاب بہت

آئے جنت سے پھر نہ دنیا میں بے مزہ ہو گیا ثواب بہت

ہجر بیت اور صحبت زاہد خلد میں بھی تو ہیں عذاب بہت

شام ہونے تو دو چھپے جاتا ہے ابھی تیز آفتاب بہت

کچھ سمجھ کر وہ ہو رہے خاموش تھے مری بات کے جواب بہت

ث

آپ کا راز داں ہوں میں بلکہ مزاج داں ہوں میں

غیر سے میرے سامنے لطف ستم نما عبث

مجھ کو سنا کے جب کہا ہم سے کرے وفا کوئی

کہنے کو سب بجا درست منہ سے نکل گیا عبث

ج

شوخی سے ٹھہرتی نہیں قاتل کی نظر آج یہ برق بلا دیکھئے گرتی ہے کدھر آج

وہ جاتے ہیں آتی ہے قیامت کی سحر آج رونا ہے گلے مل کے دعا میں ہے اثر آج

مہماں ہے وہ بغیرتِ خورشید و قمر آج — دن آج ہے رات آج ہے شام آج سحر آج

کل تابِ فغاں بھی تو یہ تاثیر کہاں تھی — کیا کیا لبِ خاموش پہ قرباں ہے اثر آج

مجھ کو بھی کیا رشک بٹھاتا ہی رہا ضعف — بیتابیِ دل لے ہی گئی غیر کے گھر آج

وعدے پہ مرے لاکھ قیامت کی ہے تکرار — اور بات اتنی کہ ادھر کل ہے ادھر آج

یہ شوق یہ ارمان یہ حسرت یہ تمنّا — کیا ہوتے تماشے ہیں تم آ جاؤ اگر آج

قطعہ

وہ میں کہ میسر تھا مجھے ساغرِ جمشید — پیتا ہوں لہو کہتا ہے کمی خونِ جگر آج

وہ میں کہ مرا قصر ہی اک رشکِ ارم تھا — بستر ہے گدایانہ سرِ راہ گذر آج

وہ میں کہ مری عرش پہ بھی منزلِ عالی — کھلتی ہے زمیں بھی مرے قدموں سے [illegible] آج

وہ میں کہ مجھے عالمِ بالا کی خبر تھی — اے بے خبری خاک نہیں اپنی خبر آج

وہ میں کہ مجھے سیرِ گلستاں سے غرض تھی — ہے خونِ جگر اور مرا دیدۂ تر آج

سامان تھا دنیا کا مرے واسطے موجود — دنیا سے گذرنے کو نہیں زادِ سفر آج

بازارِ محبت میں لیا غیر نے کیا کیا — ہم کو نہ ملا ایک بھی خنجر کا جگر آج

تھی کل سے تلاش انکی مرے قتل پہ [illegible] — نکلے وہ [illegible] غیر کے گھر آج

آیا ہے جھوم جھوم کے ابرِ بہار آج — توبہ کو خشتِ خم سے کروں سنگسار آج

اے بیخودی وہ آئیں تو ہمیں آپ میں نہ آؤں — وہ بھی تو میری طرح کریں انتظار آج

ہم خاک ہو کے اٹھے کہاں بارِ غم رہے — آندھی اڑا رہی ہے ہمارا غبار آج

برسوں سے لگ رہی تھی لبِ بام ٹکٹکی — تھک تھک کے گر پڑی نگہِ انتظار آج

چ

یاں مصوّرِ یار کی تصویر کھینچ — کچھ ادا کچھ ناز کچھ تقریر کھینچ

کیوں کھٹکتا ہے عبث آخر عشق — یا بکل یا دامنِ تاثیر کھینچ

دامنِ یوسف اگر کھینچا تو کیا — اے زلیخا دامنِ تاثیر کھینچ

ح

پکارتی ہے خموشی مری فغاں کی طرح — نگاہ ہر کہتی ہے سب بیانِ زباں کی طرح

بگڑ گئی ہے یہاں بے طرح جہاں کی طرح — کہاں کی وضع کہاں کی ادا کہاں کی طرح

جلا کے داغِ محبت نے دل کو خاک کیا — بہار آئی مرے باغ میں خزاں کی طرح

چھپانے دل کو لیا جذبِ یار نے کھینچ لیا — چلے وہ تیر کی صورت کھنچے کماں کی طرح

جناب خضر ہیں مردہ دل کہ جن کو یہاں
ملی ہے مرگ یہ عمر جاوداں کی طرح

ادائے مطلب دل ہم سے سیکھ جائے کوئی
انہیں سنا ہی دیا حال داستاں کی طرح

یہ دل ہے آپ کا گھر رہیے شوق سے لیکن
شکیب و راحت و صبر و قرار جاں کی طرح

ہم اپنے ضعف کے صدقے بٹھا دیا ایسا
ہلے نہ در سے ترے سنگ آستاں کی طرح

کچھ ان سے کہنے کو بیٹھے تھے ہم کہ خلوت میں
رقیب آ ہی گیا مرگ ناگہاں کی طرح

خدا قبول کرے داغ تم جو سدھارے عدم
چلے ہو عشق بتاں سے کڑا امتحاں کی طرح

دل نہ رہا سینے میں دم کی طرح
ٹوٹ گیا تیری قسم کی طرح

غیر کے آگے وہ مرے حال پر
لطف بھی کرتے ہیں ستم کی طرح

داغ در یار ہے کعبہ اگر
بچ نہ گئے صید حرم کی طرح

د

ہے قہر اگر اب بھی نہ ہو راز نہاں بند
لب بند نفس بند دہن بند زباں بند

ہوتی ہے جنس مہر و وفا چار سو پسند
آگے ترے پسند کرے جس کو تو پسند

س

جھکی ذرا سی چشم جنگجو بھی نکل گئی دل کی آرزو بھی
بڑا مزا اس ملاپ میں ہے جو صلح ہو جائے جنگ ہو کر

ہٹے ایک دیر و حرم کے مسافر   کچھ اس راہ چل کر کچھ اس راہ چل کر

یاں دل میں خیال اور ہے واں مد نظر اور   ہے حال طبیعت کا ادھر اور ادھر اور
ہم جانتے ہیں خوب تری طرز نگہ کو   ہے قہر کی آنکھ اور محبت کی نظر اور

دیکھنی کا ہو زمانے میں بھروسا کس پہ   تو مجھے چھوڑ چلا ہے دل ناداں کس پہ

ض

اس کی گلی سے آئے کیوں نکہت زلف لائے کیوں
مجھ کو صبا سے کیا امید مجھ سے صبا کو کیا غرض

گ

کس کا یقین کیجیے کس کا یقیں نہ کیجیے
لائے ہیں اس کی بزم سے یار خبر الگ الگ

ل

مجھ سا نہ دے زمانے کو پروردگار دل
آشفتہ دل، فریفتہ دل، بے قرار دل

ہر بار مانگتی ہے نیا چشمِ یار دل
اک دل کے کس طرح سے بناؤں ہزار دل

مشہور ہیں سکندر و جم کی نشانیاں
اے داغ چھوڑ جائیں گے ہم یادگار دل

یہاں ادائے خموشی کو ہم جب سمجھے
وہاں جواب نہ دینا جواب میں داخل

کہتے نہ تھے وہ سن کے برا مان جائیں گے
اے داغ ان سے اور کہو ماجرائے دل

م

مجبور اپنے شیوۂ شرم و حیا سے ہم
ناچار اضطرابِ دلِ مبتلا سے ہم

یہ آرزو ہے آنکھ میں سرمہ لگائیں گے — اے داغ خاکِ پائے رسولِ خدا سے ہم

شبِ وصال نہ چپکے ہو حیا کے تم — جفا کے تم سے گلے ہم کریں وفا کے تم
مزا ہو حشر میں دونوں ہوں ایک بار طلب — ہمارے ساتھ چلو سامنے خدا کے تم
مجھے جو ناز ہوا اپنی بے گناہی پر — کہا انہوں نے سزاوار ہو سزا کے تم
کہیں نہ حضرتِ دل ہم سے تم دغا کرنا — ہمارے دوست بنے ہو ابتدا کے تم

ن

کیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں — ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں
شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں — کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

افتادگی پہ بھی نہ گئی اس کی جستجو — گویا زمیں پہ سایۂ مرغِ پریدہ ہوں
اے آرزوئے تازہ نہ کر مجھ سے چھیڑ چھاڑ — ہیں پائے شوق و دستِ تمنا بریدہ ہوں

صیاد پہ ہوں بار تو ہوں باغباں کو خار
آزادِ دام و تا بہ چمن نارسیدہ ہوں

الٰہی کیا کریں ضبطِ محبت ہم تو مرتے ہیں — کہ نالے تیر بن بن کر کلیجے میں اترتے ہیں
نہ پوچھو داغؔ ہم سے انتظارِ یار کی صورت — یہ آنکھیں جانتی ہیں خوب جو نقشے گزرتے ہیں

میرا چرچا ہوا ہے کس کس میں — ہیں سبا چوران کی مجلس میں
تم پہ عاشق نہ ہوں تو کس پہ ہوں — تم میں جو بات ہے وہ ہے کس میں
گر کہا تم گلے سے مل جاؤ — گھل گیا زہر کون سا اس میں

پھر دیں عجب ادائیں اس شوخِ سیم تن میں — اک طرہ سادگی میں ایک سیدھا بانکپن میں
میں ہر بسر ہوں شکوہ اے تیغِ یار تجھ سے — سو سو گلے بھرے ہیں اک ایک زخمِ تن میں
پوچھو نہ کچھ کدورت اس داغدار دل کی — آتی ہے خاک لینے آندھی اسی چمن میں
آفت ہے کشتوں کا پیاسا ہلاک ہونا — پھرتی ہے روح میری ساقی کی انجمن میں
اچھی پھبی اسیری مجھ سے شکستہ دل کی — اچھا شگن پڑا یا گیسوئے پُرشکن میں
اس رنج سے کسی کی یارب خبر نہ پہنچے — جائے نہ شامِ غربت سر پیٹتی وطن میں
یہ شوقِ خودنمائی کیا کچھ جنوں سے کم تھا — بیتاب ہو کے لایا خلوت سے انجمن میں
یہ کیا کہ دل میں آؤ تو خاک میں ملاؤ — رونق ہو انجمن کی بیٹھو جس انجمن میں

اے داغ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت   جو دم خوشی سے گذرا یارانِ ہم وطن میں

ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں   ناز والے نیاز کیا جانیں
شمع رو آپ گو ہوئے لیکن   لطفِ سوز و گداز کیا جانیں
کب کسی در کی جبہ سائی کی   شیخ صاحب نماز کیا جانیں
جو رہِ عشق میں قدم رکھیں   وہ نشیب و فراز کیا جانیں
پوچھئے مے کشوں سے لطفِ شراب   یہ مزا پاکباز کیا جانیں
جن کو اپنی خبر نہیں اب تک   وہ مرے دل کا راز کیا جانیں
جو گذرتے ہیں داغ پر صدمے   آپ بندہ نواز کیا جانیں

میخانے کے قریب تھی مسجد بھلے کو داغ   ہر اک یہ پوچھتا ہے کہ حضرت ادھر کہاں

نالے کرتے دلِ ناکام برے ہوتے ہیں   کہ برے کاموں کے انجام برے ہوتے ہیں
چھیڑ معشوق سے کیجے تو ذرا تھم تھم کر   روز کے نامہ و پیغام برے ہوتے ہیں
راہ پر حضرتِ زاہد کو لگا ہی لائے   سچ تو یہ ہے کہ مے آشام برے ہوتے ہیں

زاہد نہ کہہ بری یہ مستانے آدمی ہیں — تجھ کو لپٹ پڑینگے دیوانے آدمی ہیں
غیروں کی دوستی پر کیوں اعتبار کیجے — یہ دشمنی کریں گے بیگانے آدمی ہیں
تم نے ہمارے دل میں گھر کر لیا تو کیا ہے — آباد کرتے آخر ویرانے آدمی ہیں
ناصح سے کوئی کہہ دے کیجے کلام ایسا — حضرت کو تا کہ کوئی پہچانے آدمی ہیں
ہیں وہ بشر کہ مجھ سے ہر آدمی کو نفرت — تم شمع وہ کہ تم پر پروانے آدمی ہیں
مے بوند بھر پلا کر کیا ہنس رہا ہے ساقی — بھر بھر کے پیتے آخر پیمانے آدمی ہیں
کیا چور ہیں جو ہم کو درباں تمہارا ٹوکے — کہہ دو کہ یہ تو جانے پہچانے آدمی ہیں
شاباش داغ تجھ کو کیا تیغ عشق کھائی — جی کرتے ہیں وہی جو مردانے آدمی ہیں

مے کشو مژدہ کہ گھنگھور گھٹائیں آئیں — تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

ہم تری بزم سے اے یار چلے جاتے ہیں — لے چلے جاتے ہیں ناچار چلے جاتے ہیں
اس کا کوچہ ہے کہ ہے عرصۂ محشر یارب — سینکڑوں طالب دیدار چلے جاتے ہیں

ہم نہیں جانتے کچھ دیر و حرم کا رستہ
ہم مے عشق سے سرشار چلے جاتے ہیں

شوخی نے تیری کام کیا اک نگاہ میں　　صوفی ہے محو تکیے میں صحن خانقاہ میں
دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں　　دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں
کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات　　سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں
مشتاق اس صدا کے بہت درد مند تھے　　اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک آہ میں

کشتۂ یاس ہوں مقتولِ تمنا ہوں میں　　اور اس زندگی اس عیش پہ مرتا ہوں میں
دل آوارہ کو مجبور جو پاتا ہوں میں　　اپنے روٹھے کو شب و روز مناتا ہوں میں
ایک نظارۂ گلشن کی ہوس باقی ہے　　رخصت اے کنجِ قفس پھر ابھی آتا ہوں میں

حضرتِ دل آپ ہیں کس دھیان میں　　مر گئے لاکھوں اسی ارمان میں
اس سے پوچھو تم مری آشفتگی　　زلف کہہ دے گی تمہارے کان میں
دل کی قیمت اک نگہ ہے اے صنم　　آ گئے جو آئے تیرے ایمان میں
کس نے ملنے کا کیا وعدہ کہ داغ　　آج ہو تم اور ہی سامان میں

دل کو بہلاؤں کہاں تک کہ بہلتا ہی نہیں　　یہ تو بیمار سنبھالے سے سنبھلتا ہی نہیں

تیرہ بختی نہ گئی اپنی تو جانا ہم نے — کہ کبھی رنگ زمانے کا بدلنا ہی نہیں
کس طرح دل خم ابرو سے نکالوں اے داغ — پڑ گیا پیچ کچھ ایسا کہ نکلتا ہی نہیں

جلوے مری نگاہ میں کون و مکاں کے ہیں — مجھ سے کہاں چھپیں گے وہ ایسے کہاں کے ہیں

بات میری کبھی سنی ہی نہیں — جانتے وہ بری بھلی ہی نہیں
لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد — ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں
اڑ گئی یوں وفا زمانے سے — کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں
جان کیا دوں کہ جانتا ہوں میں — تم نے یہ چیز لے کے دی ہی نہیں
ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے — پر کریں کیا تری خوشی ہی نہیں
ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں — یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں
دل لگی دل لگی نہیں ناصح — تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہیں
داغ کیوں تم کو بے وفا کہتا — وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں

آنکھ پڑتی ہے کہیں پاؤں کہیں پڑتا ہے

سب کی ہے تجھ کو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں
ان کو بیتاب کیا کچھ نہ کیا نالۂ دل
یہ تو کچھ بھی نہ ہوا یہ تو اثر کچھ بھی نہیں
اک جفا تیری جو کچھ بھی نہیں تو سب کچھ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں
عیب بے عیب ہے جب حد سے گذر جاتا ہے
اب بجز بے ہنری تجھ میں ہنر کچھ بھی نہیں
حشر میں دست جنوں سے نہ خجل ہوں اے داغ
کہ مرے پاس بجز دامنِ تر کچھ بھی نہیں

کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

کسی سے کچھ نہیں مطلب کہ دیکھنے والے
تمہاری آنکھ تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں

فغاں ہیں آہ ہیں فریاد میں شیون ہیں نالے ہیں
سناؤں دردِ دل طاقت اگر ہو سننے والے میں
خبر سن کر مرے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں
ملے مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں
تمہیں ہو ماہِ کامل میں تمہیں رہتے ہو ہالے میں

وہ غنچہ ہوں شگفتہ دل رہا عالم کے خاروں میں
وہ کانٹا ہوں نہ کھٹکا میں کسی کو گل عذاروں میں
بڑھی پلکیں ہیں کچھ شوخی تو کچھ شوخی میں بے تابی
ہوئے ہیں ظلم اور سے کچھ اور آ کر بے قراروں میں
وہ شرمائی ہوئی آنکھیں وہ گھبرائی ہوئی باتیں
نکل کر گھر سے وہ گھرنا ترا امیدواروں میں
تغافل مانعِ دیدار ہو گا میں نہ مانوں گا
نگہ تیری تڑپ کر جا ملے گی بے قراروں میں

انہیں لوگوں کے آنے سے تو میخانے کی عظمت ہے
قدم لو شیخ کے تشریف لائے بادہ خواروں میں

کسی کی نرگسِ مخمور کچھ کہہ دے اشاروں میں
مزا ہے رات دن چلتی رہے پرہیزگاروں میں

وہ کترا کر چلے ہیں میکدے سے حضرتِ زاہد
بڑے مرشد ہیں ہاتھوں ہاتھ لانا ان کو یاروں میں

تیری صورت کو دیکھتا ہوں میں — اس کی قدرت کو دیکھتا ہوں میں
دور بیٹھا ہوا سرِ محفل — رنگِ صحبت کو دیکھتا ہوں میں
ہر مصیبت ہے بے مزہ شبِ غم — آفت آفت کو دیکھتا ہوں میں
نہ محبت کو جانتے ہو تم — نہ مروت کو دیکھتا ہوں میں
کوئی دشمن کو یوں نہ دیکھے گا — جیسے قسمت کو دیکھتا ہوں میں
حشر میں داغ کوئی دوست نہیں — ساری خلقت کو دیکھتا ہوں میں

کیوں قسم کھاتے ہو ہم جور سے باز آتے ہیں — ان فریبوں میں کہیں ہم تو آفت از آتے ہیں

آپ کی بزم سے لیجاتے ہیں سو رنج و ملال　　جی سے جانے کو ہم اے بندہ نواز آتے ہیں

دنیا میں وضعدار حسیں اور بھی تو ہیں　　معشوق اک تمہیں تو نہیں اور بھی تو ہیں
کیا فرض ہے ملے تو یہ زاہد ہی کو ملے　　خواہانِ حور و خلدِ بریں اور بھی تو ہیں
تم خواب میں بھی آئے تو منہ کو چھپا لیا　　دیکھو جہاں میں پردہ نشیں اور بھی تو ہیں
یہ رنج یہ الم ہو تو کیوں کر ہو زندگی　　عاشق جہاں میں داغِ حزیں اور بھی تو ہیں

روز اک دل میرے سینے میں خدا پیدا کرے　　اور میں ارمان اس دل میں نیا پیدا کروں
آفرینش سے مری کچھ اور مطلب تو نہ تھا　　مدعا یہ تھا کہ پیدا کر کے ناپیدا کروں
غیر کو میرے جلانے کے لئے پیدا کیا　　واں تو یہ تھا آدمی ہر کام کا پیدا کروں
دل کو ہے اے داغ عمرِ جاوداں کی آرزو　　میں کہاں سے چشمۂ آبِ بقا پیدا کروں

رخنہ گر بہت ہوں یوں اسلام میں　　دخل ہے کس کو خدا کے کام میں
کوئے جاناں کی زمیں ہے فتنہ خیز　　آسماں ہے مفت کے الزام میں
جب وہ سنتے ہیں چھپا لیتے ہیں منہ　　مل گیا زہر مرے نام میں

ناز ہم سے اور دشمن سے نیاز   طاق ہے وہ فتنہ گر ہر کام میں
شور یارب ہے وہ کافر دلربا   ہے اثر بیشک خدا کے نام میں

فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں مر جاؤ
جو غش آتا ہے تو مجھ پر ہزاروں دم بھی ہوتے ہیں

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغؔ برحق ہے
مگر یہ دیکھئے دل شاد اس دن ہم بھی ہوتے ہیں

چاک ہو پردۂ وحشت مجھے منظور نہیں
ورنہ یہ ہاتھ گریبان سے کچھ دور نہیں

میکدے میں عجب تماشا ہے   چار بیٹھے ہیں چار پھرتے ہیں
صدقے ہوتے ہیں شمع رُو اس پہ   گرد پروانہ وار پھرتے ہیں

ہائے ان کا خرامِ مستانہ — پی کے جب بادہ خوار پھرتے ہیں
داغ کا ذکر سن کے وہ بولے — ایسے ایسے ہزار پھرتے ہیں

مزے عشق کے کچھ وہی جانتے ہیں — کہ جو موت کو زندگی جانتے ہیں
نہیں جانتے اس کا انجام کیا ہے — وہ مرنا مزا دل لگی جانتے ہیں
سمجھتا ہے تو داغ کو رند زاہد — مگر رند اس کو ولی جانتے ہیں

یہ فتنہ آتشِ الفت کا پہنچے گا نہ محشر میں
لگی ہے آپ کے گھر سے بجھے گی آپ کے گھر میں
چلو کعبے ملے گی دولتِ وصلِ صنم تم کو
کمی کس چیز کی اے داغ ہے اللہ کے گھر میں

کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں — اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں
ناصحوں سے کلام کون کرے — اپنی اپنوں سے گفتگو ہی نہیں
جو ترے لطف سے نکل جائے — وہ مرے دل کی آرزو ہی نہیں

رشکِ اس کا ہو گیا گلِ فردوس　　　وہ نزاکت وہ رنگ و بو ہی نہیں
عشق میں ضبط کیا ہے اے داغ　　　کہ تجھے پاسِ آبرو ہی نہیں

و

کل تک اس کی تلاش تھی لیکن　　　آج ہے اپنی جستجو مجھکو
اے حیاتِ دو روزہ لے آئی　　　کن گرفتاریوں میں تو مجھکو
نکہتِ گل ہے ناگوارِ دماغ　　　کیا سمائی ہوئی ہے بو مجھکو

اچھی کہی اچھا نہیں کچھ دل کا لگانا　　　یہ لگ گئی اے ناصحِ ناداں مرے دل کو

عرصۂ حشر میں اللہ کرے گم مجھ کو　　　اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجھکو
ساتھ یا اپنے کھینچی ہے کسی مجذوب کی روح　　　کوئی کھینچے لئے جاتا ہے سوئے خم مجھکو
یا سنا دے مرے مطلب کی کوئی اے ناصح　　　یا یہ کہدے کہ نہیں تابِ تکلم مجھکو
جب گئی کہہ کے گئی میری دعا سے تاثیر　　　گم کرے تجھ کو خدا تو نے کیا گم مجھکو
ضعف نے نام کو تھوڑا سا نشاں رکھا تھا　　　تو نے اے بیخودیٔ شوق کیا گم مجھکو

لطفِ توبہ کا مزا تو یہ ہے اے زاہد — ضد سے ساقی نے پلائے ہیں کئی خم مجھ کو
میں بھی حیران ہوں اے داغ کہ یہ بات ہے کیا — وعدہ وہ کرتے ہیں آتا ہے تبسّم مجھ کو
اپنے رونے پہ کچھ آیا جو تبسّم مجھ کو — یاد نے اس کی کہا بھول گئے تم مجھ کو
دیکھنا پیرِ مغاں حضرتِ زاہد تو نہیں — کوئی بیٹھا نظر آتا ہے پسِ خم مجھ کو
مسکرائے مری میّت پہ وہ منہ پھیر کے داغ — حشر تک یاد رہے گا یہ تبسّم مجھ کو

اللہ رے تلوّن ابھی کیا تھے ابھی کیا ہو — شوخی ہو تو شوخی ہو حیا ہو تو حیا ہو
برباد کروں گا اسی کوچے میں وفائیں — کیوں رکتی ہے آگے مری آ بادِ صبا ہو
اس دل سے مجھے لاگ ہے بے مہر تو میں ہوں — تم شانِ وفا کانِ وفا جانِ وفا ہو
کیونکر نہ پھروں کعبے سے سمجھانے کو زاہد — پھر جائیے میرے ساتھ اگر قبلہ نما ہو
کیوں داغ کا نام آتے ہی نفرت ہوئی تجھ کو — اک شخص ہے وہ تم اسے سمجھے ہوئے کیا ہو

کچھ سوچ سمجھ کر دلِ مضطر پہ جفا ہو — ایسا نہ ہو اس میں کوئی تیری بھی ادا ہو
رنجش مری بڑھ کے ہے تمہاری خفگی سے — میں جان سے بیزار ہوں تم مجھ سے خفا ہو
مطرب سے کہو ان کو سنائے وہ سنیں گے — جس ساز میں اک ٹوٹے ہوئے دل کی صدا ہو

چاہت کا مزا اب ہے تجھا ہے نہ ملے گا — ہر شخص سے کہتا ہے آپ کو چھکے ہیں چاہا ہو

تعریف کی کو شرکی نہیں خوب بلا کی — کیا بات ہے واعظ ترنی تقی کا بھلا ہو

پھر مصرع لکھ دیا ظالم نے میری لوح تربت پر

جو ہو ذرہ قسمت کی بینائی تو بیٹھا ہے گدا اس کے پہلو میں

ہ

نہیں ہوتی بہشت سے سواعت زیادہ — بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

محبت میں سو لطف دیکھے ہیں لیکن — فراق کی نہیں ہے شکایت زیادہ

مری بندگی سے مرے جرم افزوں — ترے قہر سے تیری رحمت زیادہ

بہکنے نہ پائے داغ یوں گفتگو میں — مگر پی گئے آج حضرت زیادہ

خلاں کا بہت خوب عبادت بہت اچھی — اللہ کرے حسن قسم اور زیادہ

لے اے دل بیمار تمنا سے شفقت کر — درماں سے ہوا درد و الم اور زیادہ

ی

یا مری داد ملے روزِ جزا — یا قیامت پہ قیامت ہوگی
اپنے مطلب کی تو سن لو مجھ سے — یہ نہ جانو کہ شکایت ہوگی
اسکے بتخانے سے اٹھ کر اے داغ — کعبے جائینگے جو وحشت ہوگی

آپ ہیں اور مجمعِ اغیار — روز دربارِ عام ہوتا ہے
داغ کا نام سن کے وہ بولے — آدمی کا یہ نام ہوتا ہے

اللہ اللہ ری پریشانی مری — زلفِ جاناں بھی ہے دیوانی مری
روسیاہی کام آئی روزِ حشر — شکل زاہد نے نہ پہچانی مری
ہائے دل لے کر ترا ناز و غرور — وائے دل دے کر پشیمانی مری
تر ہوا دامن مئے گلرنگ سے — رنگ لائی پاک دامانی مری
اس گرفتاری پہ میں اپنی نثار — لو وہ کرتے ہیں نگہبانی مری

جب پاؤں تھکے تو جستجو کی — جب دل نہ رہا تو آرزو کی

جب تم نہ ملے تو دردِ دل نے — اٹھ اٹھ کے اجل کی جستجو کی

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم — کیا بات ہے تیری گفتگو کی

پھر وحشتِ دل ہے اور صحرا — لیں خار نے دھجیاں رفو کی

ہم بادہ کشوں کی خاک سے بھی — آئے گی صدا سبو سبو کی

اللہ کو کیا جواب دوں گا — عادت ہے بتوں سے گفتگو کی

کچھ ضبط ہماری خاطر اے چشم — کچھ شرم ہماری آبرو کی

اس خانہ خراب دل میں اے داغ — مٹی ہے خراب آرزو کی

اشکِ خوں رنگ لائے جاتا ہے — داغ اپنی جگائے جاتا ہے

کتنا واضح ہے خیال اس کا — بے کسی میں بھی آئے جاتا ہے

نا امیدی مٹائے جاتی ہے — شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

تدبیر سے قسمت کی برائی نہیں جاتی — بگڑی ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی

مے پی لو تو یہ بھی ہو جائے گی زاہد — کمبخت قیامت ابھی آئی نہیں جا

گرتی ہے نشیمن پہ مرے کوند کے بجلی — صیاد کے گھر آگ لگائی نہیں جاتی
اے داغ کہا حالِ دل اس دشمنِ جاں سے — نادان ترے دل کی صفائی نہیں جاتی

داغ ہر چند جہاں گرد ہے سودائی ہے — آپ کے سر کی قسم آپ کا شیدائی ہے

دیکھ چل کر مرے ساقی کی سخاوت زاہد — ایک ساغر کوئی مانگے تو سبو ملتا ہے

بے وجہ اجتناب نے رسوا کیا مجھے — ظالم ترے حجاب نے رسوا کیا مجھے
یاروں پہ کھل گیا اثرِ الفتِ نہاں — اس بیکسی اضطراب نے رسوا کیا مجھے
کچھ ان کے مہر و لطف نے مشہور کر دیا — کچھ رنجش و عتاب نے رسوا کیا مجھے
اے داغ سب یہ حضرتِ دل کے سلوک ہیں — جو کچھ کیا جناب نے رسوا کیا مجھے

بتوں کے کوچے سے ہم دلفگار ہو کے چلے — شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے
کسی کی آنکھ میں وہ انتظار ہو کے رہے
کسی کے دل سے شکیب و قرار ہو کے چلے

طبیعت کوئی دن میں بھر جائے گی — چڑھی ہے یہ آندھی اتر جائے گی

رہیں گی دم مرگ تک خواہشیں — یہ نیت کوئی آج بھر جائے گی

نہ تھی یہ خبر ہم کو اپنی ہے شام — ادھر آئے گی اور ادھر جائے گی

رہے گا نہ اچھا وہ بد لطف — جہاں تک ہماری نظر جائے گی

شب وعدہ آجاؤ ورنہ قضا — مرے سر پہ احسان دھر جائے گی

نہ چھوٹے گی دامن کبھی مشت خاک — صبا ہم سے اڑ کر کدھر جائے گی

صبا اس گلی سے مری خاک کو — جب آئے گی برباد کر جائے گی

دیا دل تو اے داغ اندیشہ کیا
گذرنی جو ہوگی گذر جائے گی

تصور میں کسی کے داغ نیند آتی نہیں مجھکو
عجب بیدار اپنا طالع فیروز رہتا ہے

کیا صبا کوچۂ دلدار سے لو آتی ہے — مجھکو اپنے دل گم گشتہ کی بو آتی ہے

نہ دیکھی عاشق گذشتہ کی کبھی صورت — غلط کہ گردش لیل و نہار باقی ہے

تم سے بجز اک وفا حصے میں اپنے آ گئی تم نے خوبی کونسی چھوڑی زمانے کے لئے

بے مثل کیا اس بت کافر کو خدا نے سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی مانے کہ نہ مانے

میخانہ ہے اور داغ ہے اور تشنہ ہو جے سوتا ہے رکھے خشت خم بادہ سرہانے

کل داغ سے پوچھا یہ کسی نے کہ بتا تو کیا حال ہے اے بسمل صمصام جدائی

سرشار ہے کیوں بادۂ اندوہ میں غافل گردوں نے پلایا تجھے کیا جام جدائی

آنکھوں سے برستے ہیں در اشک لگاتار سینہ ہے ترا مخزن آلام جدائی

کیوں دل پہ ترا ہاتھ ہے کیا چشم ہے پُر نم ہے تجھ سے جدا کون سا آرام جدائی

آغاز جدائی کو جدائی نہ سمجھ لو ہوتا ہے وصال ایک دن انجام جدائی

ہاں صبر ہے درکار کہ اس عربدہ جو پہ حسرت نہ کھلے وصل کی ہنگام جدائی

یہ سن کے کہا داغ نے پوچھو نہ یہ مجھ سے کچھ اور کہو ذکر نہ لو نام جدائی

کیا صدمہ قلق کا ہے کہاں کا غم ہجراں ہے رنج کا مذکور نہ یاں نام جدائی

احباب کہ تھے واقف اسرار محبت سمجھا لئے کہ اور ہی الزام جدائی

ہم پوچھ کے احوال خطاوار ہی ٹھہرے گویا کہ دیا ہم نے پیغام جدائی

اک نالۂ مرغِ گرفتار کی صورت — مطلع یہ پڑھا اس نے تہِ دامِ جدائی
اللہ نہ دے گردشِ ایامِ جدائی — کم صبحِ قیامت سے نہیں شامِ جدائی

ہوں تو دیوانہ مگر خالی نہیں تدبیر سے — میں نے باندھا ہے جنوں کو حلقۂ زنجیر سے
داغ جلنے کیلئے کافی ہے اس کی بزم میں — کاٹ ڈالے کوئی پروانے کا سر گلگیر سے

کیا بھیڑ ہے کعبے کے ہے در پہ لگی ہوئی — پیاسو سبیل ہے سرِ کوثر لگی ہوئی
یہ کس کی لو ہے اے دلِ مضطر لگی ہوئی — اک آگ سی ہے سینے کے اندر لگی ہوئی
میں آشنا نہیں بتِ نا آشنا سے داغ — تہمت یہ مفت کی ہے مرے سر لگی ہوئی

کہنے دیتی نہیں کچھ منہ سے محبت تیری
لب پہ رہ جاتی ہے آ آ کے شکایت تیری

ظلم تیرا اٹھائے جاتے ہیں — جب تک اے یار ہم سے اٹھتا ہے
کب سے اٹھتا ہے درد الفت — یہ ہمارے ہی دم سے اٹھتا ہے

ہم سے کیجے جفا و وفا آمیز — کہ ستم بھی کرم سے اُٹھتا ہے
گو قیامت اُٹھے مگر یہ دل — کوئی بیٹھا اُس سے اُٹھتا ہے
گر نہ ٹھکرائے وہ تو پھر اے داغ — کون خوابِ عدم سے اُٹھتا ہے

نکال اب تیر سینے سے کہ جانِ پُر الم نکلے
جو یہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

رہِ الفت کو اک سیدھا سا رستہ ہم نے جانا تھا
مگر دیکھا تو اس رستے میں صد ہا پیچ و خم نکلے

سمجھ کر رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکلے غضب نکلے ستم نکلے

ایک جلوہ میں بہت داغ بہک اُٹھے تھے — آج سنتے ہیں نکالے گئے میخانے سے

ہماری اور ان کی دل ہی دل میں — ہمیشہ گفتگو کیا جانے کیا ہے
کہوں کیا تجھ سے ناصح لذّتِ عشق — ارے کمبخت تو کیا جانے کیا ہے

دلِ گم گشتہ کے مذکور پہ ایسے بگڑے — کہ بڑی دیر سے منہ تم نے بنا رکھا ہے

نشانہ ہے گل ہو کہ دل ہے مجھے معلوم نہیں — دیکھ لو زلفِ گرہ گیر میں کیا رکھا ہے

ستم ایجاد کا اندازِ ستم تو دیکھو — امتحانِ عشق و ہوس کا یہ بنا رکھا ہے

ہر گھڑی عاشقِ مضطر سے وہ ملتی ہے شبیہ — نقش بگڑی ہوئی صورت کا بنا رکھا ہے

شکوۂ ہجر سے لب پہ داغ اثر کی امید — آپ نے نام شکایت کا دعا رکھا ہے

گالیوں میں ادا نکالی ہے — بات میں بات کیا نکالی ہے

شبِ غم کا گزارنا کیسا — اپنے گھر سے بلا نکالی ہے

داغِ صحبت زباں کا کیا کہنا — طرز سب سے جدا نکالی ہے

رازِ الفت کا نہ ہر اک ہم نشیں سے پوچھئے

یہ ہمیں کچھ جانتے ہیں یہ ہمیں سے پوچھئے

آپ نے جو جو دیئے ہیں رنج سب کھل جائینگے

اس دلِ غمگیں سے اس جانِ حزیں سے پوچھئے

مری خاموشی کا باعث پوچھئے مجھ سے نہ کچھ

یہ حقیقت اپنی چشمِ سرمگیں سے پوچھئے

آپ کا حالِ گذشتہ سب کو لگا ٹک جھپک

یاد ہے مجھ کو یہ افسانہ کہیں سے پوچھئے

گاہ کہتا ہوں کہ کچھ دریافت کیجے حالِ دل

گاہ کہتا ہوں کہ کیا اس کشتۂ جبیں سے پوچھئے

جانتا ہے دل ہی داغِ عشق کا اے داغ لطف

یہ شفۂ غم رسا ہی اس نگیں سے پوچھئے

دشمنِ جاں نہ سہی آپ مسیحا ہی سہی　　داغِ رنجور کسی طرح سے اچھا ہو جائے

آگے آتی تھی یاد بھی تیری　　اب کبھی بھول کر نہیں آتی

رشکِ شمشاد تھا ہر خوش قد و ہر خوش رفتار　　سروِ آزاد تھا ہر ایک جوانِ دہلی

عارضِ صاف تھا ہر ایک مصفا بازار　　چشم پر جلوہ تھی ایک ایک دکانِ دہلی

گرم ہنگامہ ہوئے لالہ رخانِ پنجاب　　گل کھلائے ہیں نئے تو نے خزانِ دہلی

یا خدا مسجد جامع کا رہے نام بلند — کعبے والے کہیں وہ آتی اذانِ دہلی
میرؔ و غالبؔ و سیمؔ آزردہ سے پھر لوگ کہاں — داغؔ اب ہیں یہ غنیمت ہمہ دانِ دہلی

شوخی میں ان کی چھیڑ ہے کچھ اضطراب کی — گھر کر گئی وفا کسی خانہ خراب کی
جنبش میں یوں ہیں وہ لبِ نازک نفس کیسا تھا — جیسے ہلے نسیم سے پتی گلاب کی
غصے نے اور رنگ ترا شوخ کر دیا — اچھی بنی بگاڑ میں صورت عتاب کی
تم اور آرزو مرے ملنے کی روزِ حشر — میں اور گفتگو ستم بے حساب کی
اے اشک ڈمب مر تری تاثیر دیکھ لی — الٹی ہنسی اڑی مری چشم پر آب کی
پھرتا تھا چرخ دل میں کدورت لیے ہوئے — اب خاک چھان کر مری مٹی خراب کی
گر آگ مے کشی کی سزا ہے تو اے خدا — دوزخ میں ایک نہر بہا دے شراب کی
اے داغؔ آہ کی تو غضب کو نسا کیا — ایسی بری لگی دلِ خانہ خراب کی

واعظ وہ فضا کیا ہے زمانے سے نرالی — فردوس بھی اک باغ ہے جنت بھی کہاں ہے
شوخی بھی ہے لازم نگہ ناز و ادا میں — یہ تیر کا پیکاں ہے وہ برچھی کی سناں ہے
کیا پوچھتے ہو داغؔ کا تم ہم سے ٹھکانا — آوارہ ہے سرگشتہ ہے کیا جانے کہاں ہے

یہ بات کیا وہ رفتار ہوتی جاتی ہے   کہ اپنے سائے سے تکرار ہوتی جاتی ہے

ستم ہو گیا راز دل کھل گیا   چھپاتے چھپاتے خبر ہو گئی
وہاں چھوٹے وعدے پہ لب ہل گیا   توقع یہاں کس قدر ہو گئی
کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید   تغافل سے تیرے مگر ہو گئی
یہاں صبحِ پیری سے پہلے ہی داغ   جوانی چراغِ سحر ہو گئی

اے فلک سامانِ محشر ہی سہی   اپنی آنکھوں کو تماشا چاہئے
تیرے جلوے کا تو کیا کہنا مگر   دیکھنے والے کو دیکھا چاہئے

نگہِ شوق بے اثر نہ ہوئی   تم کو پردے میں کیا خبر نہ ہوئی
شبِ فرقت کے جاگنے والے   ایسے سوئے کہ پھر خبر نہ ہوئی
وائے بیگانگی طبیعت کی   کہ ادھر سے کبھی ادھر نہ ہوئی
حال وہ کیا جو حشر میں نہ کھلا   بات وہ کیا جو وقت پر نہ ہوئی
کس کے جلوے نے کر دیا محجوب   آنکھ کے سامنے نظر نہ ہوئی

کبھی ان سے امید الفت ہے　　کبھی یہ فکر ہے اگر نہ ہوئی

عشق میں ذوق اپنا اپنا ہے　　دل میں کیفیت جگر نہ ہوئی

خاک سے خاک تھی اسی قابل　　یہ زمیں آسمان پر نہ ہوئی

مجھے اے اہل کعبہ یاد کیا میخانہ آتا ہے　　ادھر دیوانہ جاتا ہے ادھر مستانہ آتا ہے

رخِ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں　　ادھر جاتا ہے دیکھیں یا ادھر پروانہ آتا ہے

وفا شوخی شرارت بےحیائی فتنہ پردازی　　تجھے کچھ اور بھی اے نرگس مستانہ آتا ہے

وہی جھگڑا ہے فرقت کا وہی قصہ ہے الفت کا　　تجھے اے داغ کوئی اور بھی افسانہ آتا ہے

مرے کوچے میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹھہرے

بڑھے بڑھ کر تھمے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے

یار کا پاس نزاکت دلِ ناشاد رہے　　نالہ رکتا ہوا تھمتی ہوئی فریاد رہے

رنج وہ رنج ہے جس میں نہ بتوں کو بھولیں

عیش وہ عیش ہے جس میں نہ خدا یاد رہے

منا لیتے ہیں ہر مظلوم کو وہ عذر خواہی سے
گنہ گاروں کو نفرت ہو گئی ہے بے گناہی سے
مبارک دوستوں کو آئیں بیٹھیں بزم عشرت میں
جناب داغ اچھے ہو گئے فضل الٰہی سے

شب و روز کو بستہ جیا چھوڑ دیا ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے
وہ ستم نہ ہاتھ اٹھائے کیوں وہ کسی کا دل نہ دکھائے کیوں
کوئی اس بلا میں مری نہ جائے کیوں اسے اپنے کام سے کام ہے
ہوئیں مدتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر
نہ ہے نامہ بر نہ پیام بر نہ سلام ہے نہ پیام ہے
دل و دیں کا جس کو نہ پاس ہو وہی نامراد ہے دیکھ لو
جسے داغ کہتے ہیں لے بتو اسی روسیاہ کا نام ہے

ہر بات ہے شوخ فتنہ گر کی   شوخی سے مزاج میں نظر کی

سب اس کی نظر کو دیکھتے ہیں — تعریف کریں مرے جگر کی
کیوں آئی صبا تری گلی میں — پھرنے والی ادھر ادھر کی
کیا بات ہے خیر ہو الٰہی — رکتی ہے زبان نامہ بر کی
اے داغ وہ لطف کیا کرینگے — احسان کیا جفا اگر کی

شوق میں ایک فتنہ قامت کے — ہم گلے مل گئے قیامت کے
یاد رہ جائے گی جفا تیری — دن گذر جائینگے مصیبت کے
اس نے پوچھا مزاج کیسا ہے — رنگ اب دیکھنا طبیعت کے
کان رکھ کر اگر وہ سن لیتے — بوسے لیتا لب شکایت کے
آئینہ دیکھ کر یہ پھر کہئے — دو نہیں ہوتے ایک صورت کے
داغ سا دوسرا نہ دیکھو گے — گل ہزاروں ہیں ایک صورت کے

کیا تھا جرم وفا لذت سزا کے لئے — ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لئے
بڑا مزا ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ — وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے
اثر تو لوٹ لیا بات نے تیری — رہا نہ کچھ بھی مرے عرض مدعا کے لئے

شرم آنکھ نگہ بے وفا ادا چتون شوخ — تم اپنی شکل تو پیدا کرو حیا کے لئے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی — عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

ترے کہے سے ہم اے داغ چھوڑ دینگے عشق — خدا کے واسطے دنیا ہے کیوں خدا کیلئے

یہی اقرار بھی قول یہی وعدہ تھا — اور دغا باز فسوں ساز مکرنے والے

داغ کہتے ہیں جنہیں دیکھئے وہ بیٹھے ہیں — آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنے والے

حشر میں لطف مسیحا ان سے ہوں ہاں وہ نہیں — وہ کہیں کون ہو تم ہم کہیں مرنے والے

غنچہ و گل میں دھرا کیا ہے بتا اے بلبل — جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

حضرت داغ جہاں بیٹھ گئے بیٹھ گئے — اور ہونگے تری محفل میں ابھرنے والے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے — جو رنج کی گھڑی بھی خوشی میں گذار دے

دل اس نگاہ ناز سے ہم نے لڑا دیا — آگے نصیب ہے جسے پروردگار دے

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری — غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے — آنکھ نرگس کی دہن غنچے کا حیرت میری

وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے   تبسم ہے عیاں چین جبیں سے

اسے افسانۂ غم ڈرتے ڈرتے   سنایا کچھ کہیں سے کچھ کہیں سے

گئے ہیں اور یہ کہتے گئے ہیں   بہل جاؤ گے اپنے ہم نشیں سے

مری بربادیوں کی مشورت کو   فلک چھپ چھپ کے ملتا ہے زمیں سے

پڑا ہوں منہ لپیٹے میکدے میں   حجاب آتا ہے مجھ کو اہل دیں سے

ہمارے سامنے شکوہ عدو کا   ہماری گھات ہے ظالم ہمیں سے

کبھی دیکھا ہے اتنا داغ کو خوش   چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے

دل کی کلی نہ تجھ سے کبھی اے صبا کھلی   چمپا کھلا، گلاب کھلا، موتیا کھلی

ان کے خیال میں جو ذرا ہم بہل گئے   کیا شک ہے وہ اپنے تصور سے جل گئے

تنہا وہ جب ہوئے تو رہے محوِ آئینہ   ناگاہ کوئی آ جو گیا جھٹ سنبھل گئے

احباب ڈھونڈتے ہیں پریشاں ہیں رفیق   کیا جانے آج داغ کدھر کو نکل گئے

جس کے پہلو میں ہو تم اس کا نصیب اچھا ہے   میری قسمت میں تم سہی رقیب اچھا ہے

دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں ناکام مجھے　　اپنے حصّے کی پلاتے ہیں مے آشام مجھے

سب اس کے مقابل مرے داغِ جگر آئے　　خورشیدِ قیامت کو بھی تارے نظر آئے
کچھ رنج کا مذکور نہ لے نامہ بر آئے　　ایسا نہ ہو الزام اِدھر کا اُدھر آئے
وہ اپنے تصوّر سے یہاں پیشتر آئے　　ارمان بھرے دل میں الٰہی اثر آئے
کم حلقۂ گیسو سے نہیں دامِ تصوّر　　جانے بھی نہ دوں اس کو وہ اب کے اگر آئے
اے داغ گلہ غیر سے کیا بزم میں تم کو　　جب دے سست کہے آپ کے دشمن کدھر آئے

اوّل تو رہے دور وہ نالوں سے ہمارے　　پاس آئے تو گھبرائے سوالوں سے ہمارے
کیا رہتے پا دشت میں لاکھوں بھی نہ ہونگے　　کانٹوں کو مگر چھیڑ ہے چھالوں سے ہمارے
ہر وقت نئی وضع ہے ہمیں تازہ تصوّر　　جاؤ گے کہاں بچ کے خیالوں سے ہمارے
اے داغ فلک دشمنِ اربابِ ہنر ہے　　ظالم کو خبر ہو نہ کمالوں سے ہمارے

کام دورِ چرخ میں بگڑے ہوئے اکثر بنے　　تجھ سے بنکر جب بگڑ جائے تو پھر کیونکر بنے
گو وہ منہ آیا کئے تا دیر بیٹھے تو رہے　　داغ ان کی بزم میں وابستہ ہم اکثر بنے

کیا رات دن ہے فکر کسی نازہ چور کی   کہتے ہیں اپنی آپ نہ سنتے ہیں اور کی
آزردگی جو دل سے نہ ہو تو گلہ نہیں   رنجش بھی اک ادا ہے مگر طور طور کی
اس فتنہ گر کو رحم تو کیا ضد آگئی   جب ہم نے آہ کی تو جفا اس نے اور کی

سمجھا عمر گذری اس بت خود سر کو سمجھاتے   پگھل کر موم ہو جاتا اگر پتھر کو سمجھاتے
ہماری کون سنتا ہے مگر ہم وہ مصیبت   ادھر کچھ دل کو سمجھاتے ادھر دلبر کو سمجھاتے
[illegible]   [illegible]
بجا ہے ملزم ہمیں سمجھا کے تم اے حضرت ناصح   سمجھ کر بندہ پرور ایسے دانشور کو سمجھاتے
اگر یہ جانتے دھوکے کریگے بت خدائی کا   تو اول ہی سے ہم کیا جانے کیا بتگر کو سمجھاتے
شب فرقت تڑپنا داغ کا دیکھا نہیں جاتا   گذر جاتی ہے ساری رات سارے گھر کو سمجھاتے

ہم کیا گئے جہان سے آزار ہی گیا   وہ بات ہی نہیں ستم روزگار کی

[illegible] کسی کی اثر کچھ نہ کر گئی   بن بن کے زلف رخ پہ تمہارے بکھر گئی
[illegible] روزگار سے بدلا نہ رنگ عشق   اپنی ہمیشہ ایک طرح پر گذر گئی

رہتی ہے کیا بہارِ جوانی تمام عمر — مانند بوئے گل اِدھر آئی اُدھر گئی

تمکیں جو اس کی شوخ نگاہی میں رہ گئی — کچھ دیر میرے دل کی تباہی میں رہ گئی

وصل کی آرزو کیے نہ بنی — نہ بنی جستجو کیے نہ بنی
شوق نے ہم کلام کر ہی دیا — ان سے بے گفتگو کیے نہ بنی
اس نے جب شکوہ کر لیا تسلیم — ہم کو بے سر فرو کیے نہ بنی
ذلتِ عشق ہے وہاں عزت — شکوۂ آبرو کیے نہ بنی
بدگماں کو گمانِ بد گذرا — وصف روئے نکو کیے نہ بنی
قتل ٹھہرا جو شیوۂ معشوق — اس میں دل کو لہو کیے نہ بنی
اس کی تصویر سے بھی تھا یہ خوف — داغ کو گفتگو کیے نہ بنی

کیا طرزِ کلام ہو گئی ہے — ہر بات پیام ہو گئی ہے
کچھ زہر نہ تھی شرابِ انگور — کیا چیز حرام ہو گئی ہے
آگے تو نہیں نہیں سنی تھی — اب تکیہ کلام ہو گئی ہے

اب دیکھیے مشقِ پائمالی　　تعریفِ خرام ہو گئی ہے
پہنچے ہیں جب اسکی بزم میں ہم　　محفل ہی تمام ہو گئی ہے
عالم کو ہے دعوئے محبت　　یہ خاص بھی عام ہو گئی ہے
برباد نہ ہو گی تیری الفت　　تجویز مقام ہو گئی ہے
جاگیرِ جنوں کی قیس کے بعد　　اب داغ کے نام ہو گئی ہے

شمع روشن ہے ہماری آہ سے　　لو لگائے بیٹھے ہیں اللہ سے

طائرِ قدسی میں کبھی شیوۂ انساں میں کبھی
ہم بھی اک چیز تھے اس عالمِ امکاں میں کبھی

سبق ایسا پڑھا دیا تو نے　　دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے
کچھ تعلق رہا نہ دنیا سے　　شغل ایسا بتا دیا تو نے
لاکھ دینے کا ایک دینا ہے　　دلِ بے مدعا دیا تو نے
کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے　　کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے

بے طلب جو ملا ملا مجھکو — بے غرض جو دیا دیا تو نے

عمرِ جاوید خضر کو بخشی — آبِ حیواں پلا دیا تو نے

نارِ نمرود کو کیا گلزار — دوست کو یوں بچا دیا تو نے

دستِ موسیٰ میں فیضِ بخشش سے — نور و لوح و عصا دیا تو نے

صبح موجِ نسیمِ گلشن کو — نفسِ جاں فزا دیا تو نے

شبِ تیرہ میں شمعِ روشن کو — نورِ خورشید کا دیا تو نے

نغمہ بلبل کو رنگ و بو گل کو — دلکش و خوش نما دیا تو نے

کہیں مشتاق سے حجاب ہوا — کہیں پردہ اٹھا دیا تو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی — اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے

رہبرِ خضر و ہادیِ الیاس — مجھکو وہ رہنما دیا تو نے

مٹ گیا دل سے نقشِ باطل سب — نقش اپنا جما دیا تو نے

ہے یہی راہِ منزلِ مقصود — خوب رستے لگا دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا — پھر جہنم کو کیا دیا تو نے

داغ کو کون دینے والا تھا

جو دیا اے خدا دیا تو نے

جور کے لیے ہے کیوں لطف بے عادت کیا ہے — تم تلافی جو کرو اس کی ضرورت کیا ہے
اس پہ آتی ہے کہ جو لاکھ میں ایک اچھا ہو — مجھ کو ہے ناز کہ میری بھی طبیعت کیا ہے
ہائے کیا تھا وہ زمانہ کہ تم آگاہ نہ تھے — شکر کس چیز کو کہتے ہیں شکایت کیا ہے
کیا کہوں کس سے کہوں دل کی حقیقت اے داغ — سب یہی پوچھتے ہیں کہئے تو حضرت کیا ہے

نظر کر دیدۂ مشتاق پہ یا دیکھ آئینہ — تجھے بھی کچھ خبر ہے تجھ میں کیا عالم نکلتا ہے
وہ بیرا فکر کیوں کرتے ہیں غیروں کے جلانے کو — اگر ڈھونڈو تو ایسا آدمی بھی کم نکلتا ہے

فسردہ دل کبھی خلوت نہ انجمن میں رہے — بہار ہو کے رہے تم تو جس چمن میں رہے
شریک آہ و فغاں بھی سخن سخن میں رہے — جو میں رہوں تو بڑی دھوم انجمن میں رہے
مجھے یہ ڈر ہے کہ ایمان لے نہ آئیں لوگ — خدا کرے غلطی کچھ مرے سخن میں رہے
ترا وہ حسن ہے اے شعلہ رو جو تو چاہے — بغیر شمع کے پروانہ انجمن میں رہے
ہر ایک فتنہ قیامت بنے قیامت کیا — مگر وہی جو تری چشم سحر فن میں رہے
خدا جانے محبت کو سر حشر — پڑے گا واسطہ مجھ سے کہ تم سے

کیا نزاکت ہے کہ آئینے میں   عکس کے ساتھ کھنچا جاتا ہے
حسرتیں دل کی مٹی جاتی ہیں   قافلہ ہے کہ لٹا جاتا ہے
داغ کو دیکھ کے بولے یہ شخص   آپ ہی آپ جلا جاتا ہے

بگڑا ہے مرے مزاج کا رنگ   بیتاب مزاج داں بہت ہے
دل تنگ سہی پر اے تمنا   مر رہنے کو یہ مکاں بہت ہے
اک کوہ گراں ہے عشق لیکن   اس کو دل ناتواں بہت ہے
الفت میں نہیں ہے صبر نایاب   یہ چیز مگر گراں بہت ہے
باطن کی خبر خدا کو ہے داغ   ظاہر میں وہ مہرباں بہت ہے

کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے   مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے
سن کے مرا فسانہ انہیں لطف دے گیا   سنتے ہیں اب تو روز طلب قصہ خواں کی ہے
کچھ تازگی ہو لذت آزار کے لئے   ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے
حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر   کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے
تقدیر سے یہ پوچھ رہا ہوں کہ عشق میں   تدبیر کوئی بھی ستم ناگہاں کی ہے

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

غم اٹھانے کے واسطے دم ہے
زندگی ہے اگر تو کیا غم ہے

کہتے ہو کچھ کہو کہوں کیا خاک
جانتا ہوں مزاج برہم ہے

گریۂ بے اثر کی کچھ حد بھی
ہم ہیں اور آج چشم پرنم ہے

کیا نئے دوستوں سے بگڑے ہے آج
دشمنوں کا کچھ اور عالم ہے

گر خوشی ہے تو وصل کی ہے خوشی
غم اگر ہے تو ہجر کا غم ہے

اک جہاں مہرباں ہوا تو کیا
مہربانی تری مقدم ہے

سنتے ہیں داغ کل وہ آئے تھے
بارے اب تو سلوک باہم ہے

یادگار

ان آنکھوں نے کیا کیا تماشا نہ دیکھا   حقیقت میں جو دیکھنا تھا نہ دیکھا

بہت دردمندوں کو دیکھا ہے تو نے   یہ سینہ یہ دل یہ کلیجا نہ دیکھا

وہ کیا دیکھ سکتا ہے اس کی تجلّی   جس انسان نے اپنا جلوا نہ دیکھا

ان آنکھوں کے قربان جاؤں جنہوں نے   ہزاروں حجابوں میں پردا نہ دیکھا

بہت شور سنتے تھے اس انجمن کا   یہاں آ کے جو کچھ سنا تھا نہ دیکھا

صفائی ہے باغِ محبّت میں ایسی   کہ بادِ صبا نے بھی تنکا نہ دیکھا

اسے دیکھ کر اور کو پھر جو دیکھے   کوئی دیکھنے والا ایسا نہ دیکھا

کہاں نقشِ اول کہاں نقشِ ثانی   خدا کی خدائی میں تجھ سا نہ دیکھا

تری یاد ہے یا ہے تیرا تصوّر   کبھی داغ کو ہم نے تنہا نہ دیکھا

وہ کہتے ہیں کیا جور اٹھاؤ گے تم اے داغ　　تم سے تو مرا ناز اٹھایا نہیں جاتا

لے کے دل وہ چھیڑ سے کچھ کہہ گیا　　دیکھنے کا دیکھنا میں رہ گیا
میں نہ کہتا تھا کہ دل لے لو مرا　　عاقبت وہ خون ہو کے بہہ گیا
چاند سے چہرے پہ کیوں ڈالی نقاب　　چاند یہ کیسا گہن میں گہہ گیا
اس قدر گردش میں تھا میرا غبار　　ساتھ پھر کر آسماں رہ رہ گیا
گالیاں بھی جھڑکیاں بھی تم نے دیں　　اور دینے کے لئے کیا رہ گیا
مجھ کو جو سننا تھا میں نے سن لیا　　اس کو جو کہنا تھا منہ پر کہہ گیا
ہائے میری خستگی و ماندگی　　قافلہ سب چل دیا میں رہ گیا
اور ناصح کو کڑی میں نے کہی　　ایک جب چپکی ہوئی وہ سہہ گیا
جب سے وہ رہنے لگے ہیں بے نقاب　　روز و شب کا نور مہر و مہ گیا
عاشقوں سے عشق چھپتا ہے کہیں　　پھوٹ کر جب روتے دریا بہہ گیا
داغ سے اٹھا نہ اک رشک رقیب　　جو ستم سہنے کے تھے وہ سہہ گیا

بھول کر پوچھا اگر مجھ کو تو پھر وہ بھول تھی　　یاد سے پوچھو تو پھر کیا پوچھنا اس یاد کا

وہ دل میں داغ سے جلتے بھی ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں
کوئی انسان پیدا دور دور ایسا نہیں ہوتا

عذر ان کی زبان سے نکلا — تیر گویا کمان سے نکلا
خارِ حسرت بیان سے نکلا — دل کا کانٹا زبان سے نکلا
سچ تو یہ ہے معاملہ دل کا — باہر اپنے بیان سے نکلا
ذکر اہلِ وفا کا جب آیا — داغ ان کی زبان سے نکلا

یہ بھی انداز ہے کہ اس بت نے — دہنِ تنگ سے کلام کیا
بندہ پرور ہی تو نہ جب ٹھیرا — بندگی کو تری سلام کیا
داغ نے تم سے کی وفاداری — اور دشمن کا تم نے نام کیا

س

پھر شبِ غم نے مجھے شکل دکھائی کیونکر
یہ بلا گھر سے نکالی ہوئی آئی کیونکر

ل

جب ترے دل سے اتر جاتا ہے دل — جیتے جی کمبخت مر جاتا ہے دل

راہ میں کعبہ بھی بت خانہ بھی ہے — دیکھئے لے کر کدھر جاتا ہے دل

بس کی نبھتی ہے ہمیشہ رسم و راہ — چار دن میں داغ بھر جاتا ہے دل

م

جو وقت آئے ہوش میں کچھ بیخودی سے ہم — کرتے رہے خیال میں باتیں اسی سے ہم

ناچار تم ہو دل سے تو مجبور جی سے ہم — رکھتے ہو تم کسی سے محبت کسی سے ہم

ن

دھمکیاں وہ تو ہمیں روز جتا دیتے ہیں — ہم دہائی تری یار خدا دیتے ہیں

کعبے والوں نے تو اے داغ دیا صاف جواب — اہل بت خانہ ہمیں دیکھئے کیا دیتے ہیں

عالم بے خودی میں کیا معلوم — کچھ کہا اس سے مدعا کہ نہیں

عشق میں دل کہیں حواس کہیں — ایسے رہتے ہیں اپنے پاس کہیں
آئینگے پانچ دن میں کہتے ہو — پانچ دن کے نہ ہوں پچاس کہیں
جو نہ کہنی تھیں مجھکو وہ باتیں — غیر سے ہو کے بدحواس کہیں
دل کے گوشے میں دونوں پنہاں ہیں — آرزو ہے کہیں تو یاس کہیں
جامۂ عاشقی ملا ہے مجھے — تنگ تر ہو نہ یہ لباس کہیں
قطرہ قطرہ پلا نہ اے ساقی — اوس سے بھی بجھی ہے پیاس کہیں
مجھکو ہے اس سے احتمالِ وفا — نہ غلط ہو مرا قیاس کہیں

بزم میں داغ گر نہیں تو نہ ہو
یہیں ہوگا وہ آس پاس کہیں

ساقیا تشنگی کی تاب نہیں — زہر دے دے اگر شراب نہیں
جزو میں کل کو دیکھتے ہیں ہم — کون سا ذرہ آفتاب نہیں
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں — زندگی کا کوئی حساب نہیں

و

داغ کو تجھسے مری جان یہ امید نہ تھی — جھوٹے منہ سے بھی نہ پوچھا کہ پریشاں کیوں ہو

ی

نہ تھی تاب اے دل تو کیوں چاہ کی | بڑا تیر مارا اگر آہ کی

وہی ایک ہے خاکِ دیر و حرم | دل اس راہ کی لے کہ اس راہ کی

خدا جانے کیا بن گئی دل پہ آج | صدا ہے جو اللہ اللہ کی

وہ چپ چاپ رخصت کا منہ پھیر کر | وہ وحشت بھری آنکھیں سحر گاہ کی

ازل تھے جو سب پہلی قسمت نصیب | بہانہ ہے اب آ بس ہوا خواہ کی

کبھی دم کبھی سو ملیں گالیاں | مفت تیرے ہاں رہی نہ تنخواہ کی

گیا دل ترے پاس اک آن میں | مسافت بہت کم ہے اس راہ کی

نہیں بے سبب ان بتوں کا غرور | کچھ اس میں بھی حکمت ہے اللہ کی

نہ لیتے گئے لے وفا جان کر | اگر جان بھی ان کے ہمراہ کی

ادا سے دیکھ لیا پہلے مسکرا کے مجھے | پھر اور تیر لگایا نظر ملا کے مجھے

اٹھایا شوق نے اٹھے بٹھایا ضعف نے بیٹھے | یہی رستے کا رستہ ہے یہی منزل کی منزل ہے

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے — دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے
داغ کے سب حرف لکھتے ہیں جدا — ٹکڑے کر ڈالے ہمارے نام کے

بے نیازی کی کچھ آخر حد بھی ہے — گردنِ تسلیم کب تک خم رہے

گر نام سے ہے داغ کے نفرت تو مٹا دو — عاشق کے دلِ گرم سوزاں کی جبیں سے

مذکور داغ ہی کا ہر اک انجمن میں ہے — اس پھول کی بہار ہزاروں چمن میں ہے
اب بھی تو آفتابِ قیامت سے کم نہیں — ہر چند تیرگی مرے داغِ کہن میں ہے

کچھ آپ کو بھی قدر ہماری وفا کی ہے — ہم آپ کے ہیں ساری خدائی خدا کی ہے
اے داغ بزمِ اہلِ سخن گرم ہو گئی — گرمی ترے کلام میں بھی انتہا کی ہے

صلح میں تکرار باقی رہ گئی — کچھ کسر ہر بار باقی رہ گئی
جلوۂ دیدار نے بے خود کیا — حسرتِ دیدار باقی رہ گئی

بارہا اس نے صفائی ہم سے کی ۔۔۔ کچھ خلش ہر بار باقی رہ گئی
اس کو بھی اچھا کرے اے رشکِ مسیح ۔۔۔ نرگسِ بیمار باقی رہ گئی
مرحلے طے عشق کے اکثر ہوئے ۔۔۔ منزلِ دشوار باقی رہ گئی
دل میں کیا چھیڑا ہے اے غم نے ترے ۔۔۔ کچھ ہوس اے یار باقی رہ گئی
داغ کا دل ہو گیا دنیا سے سرد ۔۔۔ گرمیِ اشعار باقی رہ گئی

اس داغ کو مرجھائے ہوئے پھول سے پوچھو
پیری میں کسے یادِ جوانی نہیں آتی

کر چکے آہِ سحر بھی نالۂ شبگیر بھی ۔۔۔ ہم نے دیکھا جو کئے یہ تیر بھی وہ تیر بھی
تو نے دیکھا کچھ تماشا دیکھ کر اپنی شبیہ ۔۔۔ مٹ گئی ہے تیری شوخی پر تری تصویر بھی
دیکھ کر وہ داغ کی تصویر یہ کہنے لگے ۔۔۔ آدمی اچھا ہے اچھی ہو اگر تقدیر بھی

وہ عید کو خود آئے ہیں ملنے کے بہانے ۔۔۔ یہ دن تو دکھایا شبِ فرقت کی دعا نے
بوسے جو دیے اس صنمِ ہوش ربا نے ۔۔۔ اللہ کے جو بھید ہیں اللہ ہی جانے

اب داغ کے احوال سے مطلب تمہیں کیا ہے   اچھا ہے تو اچھا ہے برا ہے تو برا ہے

دعائے وصلِ بتاں مانگتا ہوں کعبے میں   خدا کے گھر میں کسی شے کی کیا کمی ہوگی
یہ مدعا دلِ بے مدعا سے ہے ہم کو   نہ دوستی کبھی ہوگی نہ دشمنی ہوگی
بہت جلائیگا حوروں کو داغ جنت میں   بغل میں اس کے وہاں ہند کی پری ہوگی

یہ بیر ہے کہ دوپٹہ اڑا رہی ہے ہوا   چھپاتے ہیں جو وہ سینہ کمر نہیں چھپتی

انہیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے   نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

آگاہ ہوئے ہیں جو مرے زخمِ جگر سے   اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی بھی نظر سے
میری نہ بجھی پیاس تو جھنجھلا کے سرِ بزم   ساقی نے سبو کھینچ کے مارا مرے سر سے
یہ عاشق و معشوق کی رخصت بھی غضب ہے   پروانے گلے مل کے چلے شمعِ سحر سے
اس انجمنِ ناز سے آیا ہوں بہت خوش   اللہ بچائے مجھے اپنی بھی نظر سے
دیتا ہے وہی کافر و دیندار کو روزی   خالی نہیں پھرتا کوئی اللہ کے گھر سے

بتخانے سے گو ہم کو برہمن نے نکالا — بت بھی تو نکالے گئے اللہ کے گھر سے

کعبے سے نکل کر رہے بت دل میں کسی کے — اللہ کے گھر میں گئے اللہ کے گھر سے

اس کے لب جاں بخش و خط سبز کو دیکھو — باہم ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

بھولا نہ کبھی قافلۂ ملک عدم راہ — جاتا ہے ادھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے

جانا کہ جلائے گا رقیبوں سے یہ مل کر
وہ بزم میں جا بیٹھے الگ داغ کے ڈر سے

ضمیمۂ یادگار

ہر شکل میں تیرا رخِ نیکو نظر آیا — آئینہ بھی دیکھا تو مجھے تو نظر آیا

تسخیر کیا دل لبِ گویا نے تمہارے — کیا بات ہے اعجاز میں جادو نظر آیا

دل میرا بنا جب تو محبت تری آئی — آنکھیں ہوئیں پیدا تو مجھے تو نظر آیا

جو عاشق و معشوق کے ہیں دیکھنے والے — یا میں نظر آیا انہیں یا تو نظر آیا

کس وہم میں ڈالا دلِ گم گشتہ نے مجھ کو — خالی جو ترا حلقۂ گیسو نظر آیا

اس گوہرِ نایاب کا تھا خاک میں ملنا — ٹپکا جو زمیں پر تو نہ آنسو نظر آیا

حالِ دل کا آشکارا ہو گیا — یہ ہمارا تھا تمہارا ہو گیا

آتے آتے پھر گئے وہ راہ سے — بخت برگشتہ ہمارا ہو گیا

مل گئی کوچے میں اس کے کچھ جگہ — بیٹھ رہنے کا سہارا ہو گیا
باعثِ شہرت ہمارا عشق ہے — نام دنیا میں تمہارا ہو گیا
چھپ سکے رازِ محبت کس طرح — چھپتے چھپتے آشکارا ہو گیا
پہلے ناصح کا سخن تھا ناگوار — رفتہ رفتہ پھر گوارا ہو گیا
منتظر تھے اک نگاہِ مست کے — پھر کہاں ہم جب اشارا ہو گیا

ہم تو نالے ہی کیا کرتے ہیں آہوں کے سوا — آپ کے پاس ہیں کیا تیر نگاہوں کے سوا

کوئی دنیا میں باوفا نکلا — یہ تمہاری زباں سے کیا نکلا
بت کدہ دیکھ کر ہوئی عبرت — میرے منہ سے خدا خدا نکلا
داغ کو لوگ رند کہتے ہیں — یہ حقیقت میں پارسا نکلا

ب

بے اثر ٹھہریں دعائیں سب کی سب — عمر بھر کی وہ وفائیں سب کی سب
داغ کو ہے اس کی رحمت سے امید — بخش دیگا وہ خطائیں سب کی سب

رہ نہ جائے ہجر میں کوئی بلا — کس نے روکا ان کو آئیں سب کی سب

ث

شیریں ہے کس قدر مرے شیریں سخن کی بات
اس کے دہن سے چھین لوں اسکے دہن کی بات

تم نے کہا نہیں سر محفل برا مجھے
چھپتی چھپانے سے ہے کہیں انجمن کی بات

بادِ خزاں نے خاک اڑا دی ہے باغ میں
وہ تھی چمن کے ساتھ بہارِ چمن کے ساتھ

موقع ملے تو کان میں واعظ کے ڈال دوں
جو کان میں پڑی ہے مرے برہمن کی بات

ح

دیکھئے ارشاد کس نے بے پردہ کیا — سن لیا قصہ تمام اچھی طرح
عاشقوں کو کیا دکھاتے ہیں بہار — شاہدانِ لالہ فام اچھی طرح

ایک جلوے سے ترے پھیلی ہے کیا   روشنی بالائے بام اچھی طرح
دل بہت کرنے پڑینگے پائمال   کیجئے مشقِ خرام اچھی طرح
داغ دل بھی ہے عجب روشن چراغ   جل رہا ہے صبح و شام اچھی طرح

م

محوِ قدِ یار ہو گئے ہم   سولی پہ چڑھے تو سو گئے ہم
ہوش آتے ہی محو ہو گئے ہم   جب آنکھ کھلی تو سو گئے ہم
مستِ مئے حسن ہو گئے ہم   زانو پہ کسی کے سو گئے ہم
راحت سے عدم میں ہو گئے ہم   منزل پہ پہنچ کے سو گئے ہم
جاگے تھے بہت شبِ جدائی   جنت میں بھی جا کے سو گئے ہم
اس بزم میں دل نے ساتھ چھوڑا   اک آئے وہاں سے دو گئے ہم
کافر کہیں صنم کو یا مسلماں   اب ہو گئے جس کے ہو گئے ہم
اب روئے گا ہم کو اک زمانہ   اگلوں کو جہاں میں رو گئے ہم
محفل سے تری ملا یہ صنم کو   دل اپنی گرہ سے کھو گئے ہم
دل لینے کی تم کو آرزو تھی   اب جان سے اپنی لو گئے ہم

کل آئے جو وہ کہیں سے اے داغ　　آج ان کے سلام کو گئے ہم

ن

ہیں غیر کی نگاہ میں تم میرے دل میں ہو　　میرا مکاں کہیں ہے تمہارا مکاں کہیں
جتنے سفر تھے راہِ شوق کے ارماں مٹ گئے　　منزل کہیں ہے دل ہو کہیں کارواں کہیں
تم نام پر رقیب کے بگڑے ہوئے ہو داغ　　باتیں جو بھید کی تھیں وہ اس نے کہاں کہیں

طور بے طور ہوئے جاتے ہیں　　وہ تو کچھ اور ہوئے جاتے ہیں
یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم　　لطف بھی جور ہوئے جاتے ہیں
نشہ ہوتا ہی نہیں اے ساقی　　بے مزہ دور ہوئے جاتے ہیں
التجا بھی ہے شکایت گویا　　وہ خفا اور ہوئے جاتے ہیں
اہلِ کلکتہ سے لائق فائق　　اہلِ لاہور ہوئے جاتے ہیں
گھڑیوں بڑھتا ہے حسینوں کا جمال　　اور سے اور ہوئے جاتے ہیں

ی

وہ جاگے سحر کو تو لڑتے ہیں مجھ سے — کہو تھے کون تم خواب میں آنے والے
وہ محفل تمہاری مبارک ہو تم کو — سلامت رہیں بے طلب آنے والے
تری بزم سے میں نہ جاؤں کا تنہا — مجھے ساتھ لے جائینگے لانے والے
اٹھائینگے کیا غیر الفت کے صدمے — ذرا سی مصیبت میں گھبرانے والے
سلامی ہیں اے داغ اسکے ہی در کے — نہ ہم کعبے والے نہ بت خانے والے

طریقِ عشق میں سوجھا کئے نشیب و فراز — وہ کیا چلے جو سہارے پہ رہنما کے چلے
دکھائی دی ہمیں راہِ عدم جو تیرہ و تار — ہم اپنی مشعلِ داغِ جگر جلا کے چلے

وہ جلاتا بھی ہے خود جلتا بھی ہے — جانتے ہو داغ کس کا نام ہے

عاشق متحمل نہ ہوئے قہر و غضب کے — بیٹھے رہو اب صبر اٹھائے ہوئے سب کے
آثار ہیں چہرے سے عیاں بزم طرب کے — متوالے چلے آئے ہو جاگے ہوئے شب کے

بے وجہ کسی پہ کوئی عاشق نہیں ہوتا ہم عالمِ اسباب میں قائل ہیں سبب کے
داغوں سے محبت کیسے ہے دل صورتِ گلزار ان پھولوں کی لے آئے بہار آئی ہے اب کے

رہ رو سے فرطِ شوق میں چھوٹا ہے قافلہ ہم آگے آگے مثلِ صدائے جرس گئے
میدانِ امتحاں میں نہ ٹھہرا ذرا کوئی گو کر کے حوصلے بہت اہلِ ہوس گئے

ضمیمہ

ہم سے سنتے ہیں کہ وہ ساری بات کہ اٹھتے ہیں وہ ہماری بات
باوفا کہہ کے بے وفا نہ کہو کیوں بنے تھے ہو ابھی ہماری بات
ایک دن ہم نہ ہوں گے دنیا میں اور رہ جائے گی ہماری بات

یادگار

دل پہ اضطراب نے مارا اسی خانہ خراب نے مارا
مجھ کو بیتاب دیکھ کر بولے آپ کے اضطراب نے مارا
دیکھ کر جلوہ غش ہوئے موسیٰ داغ مجھ کو حجاب نے مارا

آفتاب

تمہارے شعر میں گرمی ہے کس قیامت کی　　جلے ہوئے ہو مگر داغ انتہا کے تم

گلزار سلسلہ ص ۹۳

کب تک کھنچے رہو نگے کب تک تنی رہیگی　　کس کی پنچی رہی ہے کس کی بنی رہے گی

اس کی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی　　برچھی ہی دل رہیگا دل ہی انی رہیگی

مل کر تو ان سے دیکھیں آئندہ جو مقدر　　یا دوستی رہے گی یا دشمنی رہے گی

جلوہ اگر دکھاؤ تو پھر نہ منہ چھپاؤ　　اک ساعتے کی باقی کی روشنی رہے گی

نبھ جائے ان سے اپنی جس طرح ہے غنیمت　　یہ جانتے ہیں اکثر بگڑی بنی رہے گی

مر کے ہم جیتے ہیں سو امتحاں دیتے ہیں　　اے بدگماں کب تک یہ بدظنی رہے گی

ہم سے نظر ملا کر بے تاب دل کو دیکھو　　ہنس ہنس جواں سے کب تک چشمک زنی رہے گی

لوٹینگی وہ نگاہیں جھگڑا یہ ان دل کو　　جب تک چلے کا رستہ یہ رہزنی رہیگی

اے داغ تیری صورت دیکھینگے وہ نہ مڑ کر　　چھائی ہوئی جو منہ پہ یوں مردنی رہیگی

ماہتاب

تم نے بدلے ہم سے گن گن کے لئے　　ہم نے کیا چاہا تھا اس دن کے لئے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ　　شوخیاں زیبا ہیں اس سن کے لئے

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں　　آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے

آج کل میں داغ ہو گئے کامیاب   کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لئے

آب بقا سے گرچہ بہت روکتھام کی   پیری چلی نہ خضر علیہ السلام کی
افسانۂ فراق میں گذری شبِ وصال   جب صبح ہو گئی تو کہانی تمام کی
یہ چھیڑ دیکھنا کہ دمِ شکوۂ فراق   تائید ہو رہی ہے ہمارے کلام کی

کوئی کمی نہ کی تھی دلِ بے قرار نے   مجھ کو بچا لیا مرے پروردگار نے

قمر کو جامۂ شب تو بصر کو پردۂ چشم   کئی لباس نئے نور کو سیاہ ملے
تو بہ بخششِ عصیاں اسے سنا دینا   جو شرمسار کہیں داغ روسیاہ ملے

گلزار

کچھ وہ سرگرمِ سخن نامِ خدا ہونے لگے   اب خدا چاہے تو مطلب بھی ادا ہونے لگے
مہمانوں کو بلاتے ہیں خوشی کے واسطے   تم تو آتے ہی بگڑ بیٹھے خفا ہونے لگے

نگاہ پھیر کے عذرِ وصال کرتے ہیں   مجھے وہ الٹی چھری سے حلال کرتے ہیں

ہزار کام مزے کے ہیں داغ الفت میں — جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں

میرے رونے پہ جو رویا آدمی فہمیدہ ہے — ناصح غافل پہ آنا گرگ باراں دیدہ ہے
میں تو ان باتوں کا قائل ہوں مرے خط کا جواب — جس قدر ہے مختصر ہے جس قدر ہے پیچیدہ ہے
بہر نظارہ چلا ہے کوچۂ قاتل میں داغ — کس بلا کا ہے کلیجہ کس غضب کا دیدہ ہے
فرقت کی شب بھی کام لیا دل کے داغ سے — ڈھونڈا اجل کو تا بہ سحر اس چراغ سے

آفتاب

شہر آشوب

فلک زمین و ملائک جناب تھی دلّی — بہشت و خلد سے بھی انتخاب تھی دلّی
جواب کاہے کو تھا لاجواب تھی دلّی — مگر خیال سے دیکھا تو خواب تھی دلّی

پڑی ہیں آنکھیں وہاں جھپکتی تھی نرگس کی
خبر نہیں کہ اسے کھا گئی نظر کس کی

یہ شہر وہ ہے کہ انسان و جان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ ہر قدردان کا دل تھا
یہ شہر وہ ہے کہ ہندوستان کا دل تھا — یہ شہر وہ ہے کہ سارے جہان کا دل تھا

رہی نہ آدمی یہاں سنگ و خشت کی صورت
بنی ہوئی تھی جو ساری بہشت کی صورت

یہاں کی شام بھی تھی مانندِ صبحِ نورانی — یہاں کے ذرّے میں تھی مہر کی درخشانی
یہاں کے سنگ سے تھا بہرہ لعلِ رمانی — یہاں کی خاک سے ہوتا تھا آئینہ پانی

یہ شہر وہ ہے کہ سایہ بھی نور تھا اس کا
چراغ رشکِ تجلّیِ طور تھا اس کا

فلک تھا خوبی و حسن و جمال کا دشمن   صباحِ عشرت و شام وصال کا دشمن
عدو ہے اہلِ کمال اور کمال کا دشمن   غضب ہے اب تو ہوا جان و مال کا دشمن

یہ مفت یہ خونِ بلا کشی ہے نقدِ جاں کیلئے
خضر بھی رو رہے ہیں اب عمرِ جاوداں کیلئے

عجیب شکلِ گل و گلستاں نظر آئی   پڑیں جدھر کو نگاہیں خزاں نظر آئی
جب اٹھ کے تا مژہ خونچکاں نظر آئی   تو کوئی عیش کی صورت نہ یاں نظر آئی

وہ گل رخانِ سمن بر کے قہقہے نہ رہے
وہ بلبلانِ خوش الحان کے چہچہے نہ رہے

فلک نے قہر و غضب تا کجا نا کر ڈالا   تمام پردۂ ناموس چاک کر ڈالا
یکایک ایک جہاں کو ہلاک کر ڈالا   غرض کہ لاکھ کا گھر اس نے خاک کر ڈالا

جلیں ہیں صورتِ شکلیں جو آفتاب کی تھیں
کھنچیں ہیں کانٹوں میں جو پتیاں گلاب کی تھیں

زمیں کے حال پہ اب آسمان روتا ہے   ہر اک فراقِ مکیں میں مکان روتا ہے
گدا و شاہ و ضعیف و جوان روتا ہے   غرض یہاں کے لئے اک جہان روتا ہے

جو کہئے جوششِ طوفاں کہی نہیں جاتی

یہاں تو نوح کی کشتی بھی ڈوب ہی جاتی

لہو کے چشمے ہیں چشمِ پُر آب کی صورت　　شکستہ کاسۂ سر ہیں حباب کی صورت
مٹے ہیں گھر دلِ خانہ خراب کی صورت　　کہاں یہ حشر میں توبہ عذاب کی صورت

زبانِ تیغ سے پرسش ہے داد خواہوں کی
رسن ہے طوق ہے گردن ہے بیگناہوں کی

بہ رنگِ بوئے گُل اہلِ چمن چمن سے چلے　　غریب چھوڑ کے اپنا وطن وطن سے چلے
نہ پوچھو زندوں کو بیچارے جس چلن سے چلے　　قیامت آئی کہ مُردے نکل کفن سے چلے

مقامِ امن بھی ڈھونڈا تو راہ بھی نہ ملی
یہ قہر تھا کہ خدا سے پناہ بھی نہ ملی

بنا ہے خال سیہ رنگ مہ جمالوں کا　　دوتا ہوا ہے قدِ راست نونہالوں کا
جو زور آہوں کا لب پر تو شور نالوں کا　　عجیب حال دگرگوں ہے دلّی والوں کا

کوئی مراد جو چاہی حصول ہی نہ ہوئی
دعائے مرگ جو مانگی قبول ہی نہ ہوئی

غضب ہے بخت بد ایسے ہمارے ہو جائیں　　کہ لیں جو لعل و گہر سنگ پارے ہو جائیں
جو دانہ چاہیں تو خرمن شرارے ہو جائیں　　جو مانگیں پانی تو دریا کنارے ہو جائیں

پئیں جو آبِ بقا ہم تو زہر ہو جائے
جو چاہیں رحمتِ باری تو قہر ہو جائے

جہاز اپنا تباہی میں آ گیا اپنا — ملا نہ تحتِ ثریٰ تک کہیں پتہ اپنا
رہا نہ آہ زمانے میں آشنا اپنا — بجز خدا کے نہیں کوئی ناخدا اپنا

کسی سے ڈوبے ہوئے ایسے کب نکلتے ہیں
یہاں سے حضرتِ الیاس بچ کے چلتے ہیں

بجائے مجلسِ پرسش ہے نکتہ دانوں کی — تلاش بہرِ ریاست ہے خوش زبانوں کی
جو نوکری ہے تو اب ہے یہ نوجوانوں کی — کہ حکمِ عام سے بھرتی ہے قید خانوں کی

یہ اہلِ سیف و قلم کا ہو جب کہ حال تباہ
کمال کیوں نہ پھرے دربدر کمال تباہ

کہاں تک آہ لکھوں اس کا حالِ بربادی — کہاں تک آہ کہوں آسماں کی جلادی
کسی کو قیدِ محن سے نہیں ہے آزادی — کہ داغ داغ ہے دل ہر کوئی ہے فریادی

الٰہی پھر اسے آباد و شاد دیکھیں ہم
الٰہی پھر اسے حسبِ مراد دیکھیں ہم

در تعریفِ انبۂ دکن

شاہ نے دیں آم بھری کشتیاں   بحرِ عطا کیا ہی ہوا موجزن

کشتیوں میں آم جو ہیں رنگ رنگ   داغ کا گھر آج ہے رشکِ چمن

سرخ میں ہے لالہ رخوں کی بہار   سبز میں ہے سبز خطوں کی پھبن

زرد میں ہے رنگِ گلِ زعفران   کیسری پوشوں کی ہے اک انجمن

آم کے منہ پر ہے سیاہی کہ ہے   مردمکِ چشمِ بتِ سیم تن

الفت و مرغوبیہ الذ الثمر   ذائقے میں غیرتِ شہدِ عدن

ایسے کہاں پریوں کے پر سبز سبز   ایسے کہاں حوروں کے سیبِ ذقن

طوطا پری لال دیا، دل پسند   کہتے ہیں نامی انہیں اہلِ دکن

آم ہے یہ جامِ زمرد کی شکل   لال دیا صورتِ لعلِ یمن

سونگھ کے ہو جائے معطر دماغ   منہ پہ مگر ان کے ہے رشکِ ختن

رنگ ہے وہ شوخ کہ جیسے پری   اور وہ خوش بو کہ معطر دلہن

گر کبھی ان آموں کا رس چوس لیں   ہونٹ ہی چاٹا کریں شیریں دہن

انبۂ شیریں جو اسے ہو نصیب   نام بھی شیریں کا نہ لے کوہ کن

جنتِ دنیا کے یہی ہیں تو آم   ان کا ہی مصلح ہے بہشتی لبن

ایسے رسیلے ہیں وہ نازک ہے پوست   جیسے کہ ہوں دل پہ نازک بدن

سینکڑوں قسمیں اسی میوے کی ہیں   پھر ہے بہ افراط کہ لاکھوں ہی من

واقعی ان آموں کی تعریف میں   کم ہے جو بان تک کہیں اہلِ سخن

قاش بنے اس کی جو اپنی زباں   قند کا کوزہ بنے اپنا دہن

دیکھئے شیرینیٔ گفتار پھر   نطق بھی چپکے دمِ عرضِ سخن

نام تو ہے گرچہ بہ معنی نہ ہوں   شرکتِ اسمی سے ہے شیریں دہن

مجھ کو یہ مصرع بہت آیا پسند   انبتہ اللہ نباتاً حسن

پھولے پھلے شاہ کا باغِ مراد   اور ثمریاب ہوں اہلِ زمن

فیض رساں داغ کو یارب رہے
خسروِ محبوب نظامِ دکن

رباعیات

تم تو فلکِ حسن کے ہو ماہِ منیر — سایے کی طرح ساتھ ہے داغِ دلگیر
خالِ لبِ گلفام ہے شاہد اس کا — بے داغ نہ کھنچ سکی تمہاری تصویر

کہتے نہ تھے عشقِ بتِ خود کام کرو — پہلے ہی سے اندیشۂ انجام کرو
بیتابیٔ دل کی ہے شکایت ناحق — اے داغ بس اب قبر میں آرام کرو

بیگانہ یہاں ہر اک یگانہ دیکھا — اپنے مطلب کا سب زمانہ دیکھا
جس کو دیکھا غرض غرض کا اپنے — دنیا کا عجیب کارخانہ دیکھا

قطعہ
تشبیب میں

کہاں وہ عقدۂ لاحل کہاں وہ سخت دشواری
ہوئی پابند آزادی سے اب میری گرفتاری

ترقی پر مرا طالع بلندی پر مرا اختر
ہوئی معدوم میرے بخت وارژوں کی نگونساری

تلافی ہو گئی حسرت کی عشرت اے زہے قسمت
مبدّل ہو گئی آسانیوں سے میری دشواری

نہ آشفتہ دماغی ہے نہ وہ برہم مزاجی ہے
گئی میری پریشانی مٹی آشفتگی ساری

شگفتہ دل مرا اتنا کہ جتنا تنگ دل غنچہ
مجھے وہ خواب راحت جسقدر نرگس کو بیداری

طبیعت میں مری ایسی لطافت سے نزاکت ہے
کہ مضمون میانِ یار بھی زنجیر ہو بھاری
زمانے نے یکایک چھوڑ دی سب ظلم کی عادت
فلک نے ایک قلم موقوف کر دی ہے ستم گاری
تہی دستِ ستم ہو کر فلک کا حال ایسا ہے
کہ جیسے خسروِ محتاج کو ہو سخت ناچاری
ہنر مندوں کو ہے اپنے ہنر سے بہرۂ وافر
طبیعت اہلِ ہمت کی کسی فن میں نہیں عاری
سیہ کاروں کا دل بھی ہے مثالِ مہر نورانی
کہ داغِ تیرگی دھوتا ہے آبِ رحمتِ باری
دلِ عشاق کو معشوق ارمانوں سے لیتے ہیں
وہ ہے الفت کے سودے کی جہاں میں گرم بازاری
سرورِ بادۂ عشرت سے میکش مست و بے خود ہیں
اٹھا کر طاق پہ رندوں نے رکھ دی اپنی ہشیاری
کرے گر مے کشی کو منع وہ اس دورِ عشرت میں

کرم سے شیخ کو دینی پڑے الٹی گنہگاری

جراحت کے عوض راحت ہوئی اس دور میں پیدا

بنا مرہم دل افگاران غم کا چرخ زنگاری

ترے ابر کرم نے کی جو عالم میں گہر باری

تو آب گوہر خوش آب سے دریا ہوا جاری

قطعہ بنام احسن

اپنے شاگردوں کو یہ عام ہدایت ہے مری
کہ سمجھ لیں تہِ دل سے وہ بجا و بے جا
شعر گوئی میں رہیں مدِ نظر یہ باتیں
کہ بغیر ان کے فصاحت نہیں ہوتی پیدا
چست بندش ہو نہ ہو سست یہی خوبی ہے
وہ فصاحت سے گرا شعر میں جو حرف دبا
عربی فارسی الفاظ جو اردو میں کہیں
حرفِ علت کا برا ان میں ہے گرنا دبنا
الفِ وصل اگر آئے تو کچھ عیب نہیں
لیکن الفاظ میں اردو کے یہ گرنا ہے روا
جس میں گنجلک ہو تھوڑی بھی صراحت ہے وہی
وہ کنایہ ہے جو تصریح سے بھی ہو اولیٰ

عیب و خوبی کا سمجھنا ہے اک امرِ نازک
پہلے کچھ اور تھا اب رنگِ زباں اور ہوا
یہی اُردو ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے
اہلِ دہلی نے اسے اور سے اب اور کیا
مستند اہلِ زباں خاص ہیں دہلی والے
اس میں غیروں کا تصرّف نہیں مانا جاتا
جوہری نقدِ سخن کے ہیں پرکھنے والے
ہے وہ ٹکسال سے باہر جو کسوٹی نہ چڑھا
بعض الفاظ جو دو آئے ہیں اک معنی میں
ایک کو ترک کیا ایک کو قائم رکھا
ترک جو لفظ کیا اب وہ نہیں مستعمل
اگلے لوگوں کی زباں پر وہی دیتا تھا مزا
گرچہ تعقید بری ہے مگر اچھی ہے کہیں
ہو جو بندش میں مناسب تو نہیں عیب ذرا
شعر میں حشو و زوائد بھی برے ہوتے ہیں ایسی بھرتی کو سمجھتے نہیں شاعر اچھا

گر کسی شعر میں ایطائے جلی آتا ہے

وہ بڑا عیب ہے کہتے ہیں اسے بے معنی

استعارہ جو مزے کا ہو مزے کی تشبیہ

حسن میں اک لطف ہے اس کہنے کا پھر کیا کہنا

اصطلاح اچھی مثل اچھی ہو بندش اچھی

روزمرّہ بھی رہے صاف فصاحت سے بھرا

ہے اضافت بھی ضروری مگر ایسی تو نہ ہو

ایک مصرع میں جو ہو چار جگہ بلکہ سوا

عطف کا بھی ہے یہی حال یہی صورت ہے

وہ بھی آئے متواتر تو نہایت ہے بُرا

لف و نشر آئے مرتب وہ بہت اچھا ہے

اور ہو غیر مرتب تو نہیں کچھ بے جا

شعر میں آئے جو ایہام کسی موقع پر

کیفیت اس میں بھی ہے وہ بھی نہایت اچھا

نہ مرغوبِ طبیعت ہو یہی ہے وہ ردیف   شعر بے لطف ہے گر قافیہ ہو بے ڈھنگا

ایک مصرع میں ہو تم دوسرے مصرع میں ہو تو

یہ شتر گربہ ہوا ہمیں نے اسے ترک کیا

چند بحریں متعارف ہیں فقط اردو میں

فارسی میں عربی میں ہیں مگر ان سے سوا

شعر میں ہوتی ہے شاعر کو ضرورت اس کی

گر عروض اس نے پڑھا ہے وہ سخنور دانا

مختصر یہ ہے کہ ہوتی ہے طبیعت استاد

دین اللہ کی ہے جس کو یہ نعمت ہو عطا

بے اثر کا نہیں ہوتا کبھی مقبول کلام

اور تاثیر وہ شے ہے جسے دیتا ہے خدا

گرچہ دنیا میں ہوئے اور ہیں لاکھوں شاعر

کسب فن سے نہیں ہوتی ہے یہ خوبی پیدا

سید احسن جو مرے دوست بھی شاگرد بھی ہیں   جن کو اللہ نے دی فکر رسا طبع رسا

شعر کے حسن و قباحت جو انہوں نے پوچھے   ان کی درخواست پہ اک قطعہ برجستہ کہا

پند نامہ جو کہا داغ نے بے کار نہیں   کام کا قطعہ ہے یہ وقت پہ کام آئیگا

زنداں

اگر آپ نام نہاد ترقی پسند شعرا سے
بد ظن ہیں اور صحت مند اور نوجوان
تخیل کی داد دے سکتے ہیں ، تو
یوسف ظفر کا مجموعۂ کلام " زنداں "
کا مطالعہ کیجئے ۔

گیت ہر زبان کے ادب میں اپنا [illegible] رکھتے ہیں
جس انداز سے ہمارے بعض موجودہ شاعروں نے
اس صنف کی کایا پلٹ دی ہے۔ اس سے
شعر و نغمہ کی دنیا میں انقلاب رونما ہو چکا
ہے۔ قیوم نظر اپنے گیتوں کی وجہ سے اس انقلاب
میں پیش پیش ہے۔ ان کے گیت نہ صرف
ہندوستانی موسیقی [illegible] پورے اترتے
ہیں بلکہ عالم شعر کے قوانین کے بھی پابند ہیں۔
"پون جھکولے" قیوم نظر کے گیتوں کا [illegible] مجموعہ ہے

قیمت [illegible]

گیلانی پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام محمد [illegible] پرنٹر پبلشر چھپ کر اردو بک سٹال
بیرون لوہاری دروازہ لاہور سے شائع ہوا